مرکز احیاء الفکر الاسلامی کا دینی، دعوتی، علمی، ادبی، تحقیقی، فکری اور اصلاحی ترجمان

ماھنامہ

نقوش اسلام

Issue.No .8	اکتوبر ۲۰۰۷ء (October,2007) رمضان، شوال ۱۴۲۸ھ	VOL.No.2

زیر سرپرستی

- مفکر ملت حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی
- ولی مرتاض حضرت مولانا سید مکرم حسین سنسار پوری
- عارف باللہ حضرت مولانا مفتی عبدالقیوم رائے پوری

مجلس مشاورت

- مولانا سعید الرحمٰن اعظمی ندوی
- مولانا سید واضح رشید حسنی ندوی
- مولانا سید عبداللہ حسنی ندوی
- الحاج موسیٰ بھائی درسوت
- مولانا محمد عامر صدیقی ندوی
- مولانا محمد صالح جی
- مولانا حافظ محمد ایوب کاڑوا
- مولانا محمد اختر قاسمی

مجلس ادارات

- مولانا سید محمود حسن حسنی ندوی
- مولانا محمد عمر قاسمی مجاہد پوری
- مولانا حمید اللہ قاسمی کبیر نگری
- مولانا محمد نظام الدین ندوی

چیف ایڈیٹر
محمد مسعود عزیزی ندوی

مدیر انتظامی
حافظ عبدالستار عزیزی

مدیر معاون
ڈاکٹر مرغوب عالم عزیزی

ترسیل زر اور خط و کتابت کا پتہ

NUQOOSH-E-ISLAM
MUZAFFARABAD.SAHARANPUR.**247129**
(U.P)INDIA.Ph.0132.2775452.Cell.09719831058

ماہنامہ ''نقوش اسلام'' مظفر آباد، سہارنپور 247129 (یوپی) انڈیا

شرح خریداری

ہندوستان کے لیے
فی شمارہ..........................۱۰؍روپے
سالانہ..........................۱۰۰؍روپے
خصوصی ....۳۰۰۰؍روپے
ایشیائی، یورپی افریقی وامریکی ممالک کے لیے ۲۰؍ڈالر

PRINTER, PUBLISHER AND OWNER MOHD.MASOOD AZIZI NADVI
PRINTED BY UNION PRINTING PRESS DEOBAND SAHARANPUR PUBLISHED AT
VILL& P.O.MUZAFFARABAD DISTT.SAHARANPUR (U.P) EDITOR:MOHD.MASOOD AZIZI NADVI

npage24\A017 not found. Border\BISMIL01\001. not found. npage24\A017 not found.

اس شمارے میں

عناوین	مضمون نگار	صفحہ
اداریہ		۳
صحافت اور صحافی کا طریقۂ کار	محمد مسعود عزیزی ندوی	
نقوش اسلام		۵
تہذیب وتمدن پر اسلام کے اثرات......	مولانا سعید الرحمٰن اعظمی ندوی	
وصایا		۸
وصایا مفکر اسلام	مولانا سید محمود حسن حسنی ندوی	
اصلاحیات		۱۰
ایمانی تقاضوں کو فراموش نہ کریں	مولانا اسرار الحق قاسمی	
جائزہ		۱۳
عورت کا تصور اسلامی قوانین......	مولانا برہان الدین سنبھلی	
محاسن اسلام		۱۷
یتیموں کی کفالت قرآن وحدیث......	مولانا محمد عامر ندوی (کویت)	
مکتوبات اکابر		۲۲
حضرت مولانا نصیر احمد خان صاحب	محمد مسعود عزیزی ندوی	
طریقۂ کار		۲۶
حضرت یوسف علیہ السلام اور اسلوب......	مولانا انعام الرحمٰن رائے بریلی	
مراحل زندگی		۲۸
روشن مستقبل کا جوان	ڈاکٹر سیف راشد جابری (دبئی)	
سیرت وکردار		۳۳
حضرت مولانا محمد اطہر صاحبؒ	مولانا نثار احمد سہارنپوری	
اتباع سنت		۳۷
اعتکاف قربت الٰہی کا ذریعہ	حمید اللہ قاسمی کبیر نگری	
تجزیہ		۳۹
تصویر سازی اور اس کی شرعی حیثیت	مولانا مرغوب الرحمٰن چتراوی	
فضائل		۴۱
شب قدر کیا ہے؟	مولانا محمد عمر قاسمی مجاہد پوری	
تبصرے		۴۶
نئی کتابوں پر تبصرہ	محمد مسعود عزیزی ندوی	
حالات حاضرہ		۴۸
عالمی خبریں	حافظ عبد الستار عزیزی	

ماہنامہ ''نقوش اسلام'' کے لئے شرح اشتہار

ٹائٹل صفحہ آخر رنگین	(فل سائز)	............۳۰۰۰
// // اول اندرونی	// // //	............۲۵۰۰
// // آخر اندرونی	// // //	............۲۰۰۰
صفحہ اندرونی	(فل سائز)	............۱۰۰۰
آدھا صفحہ اندرونی		............۶۰۰
¼ صفحہ //		............۴۰۰

E.mail:masood_azizi@rediffmail.com --------- nuqooshe_islam@yahoo.co.in

پرنٹر پبلیشر محمد مسعود عزیزی ندوی نے یونین آفسٹ پریس دیوبند میں طبع کرا کے دفتر ماہنامہ نقوش اسلام مظفر آباد سے شائع کیا

کمپوزنگ اینڈ ڈیزائینیگ: عزیزی کمپیوٹر سینٹر، مرکز احیاء الفکر الاسلامی، مظفرآباد، سہارنپور (یوپی)

اداریہ

صحافت اور صحافی کا طریقۂ کار

محمد مسعود عزیزی ندوی

صحافت ایک معزز پیشہ ہے جو اخبار نویسی، صحیفہ نگاری یا Journalism کے ناموں سے بھی معروف ہے، صحافت نگار کو صحافی، اخبار نویس Journalist کہتے ہیں، صحافت جدید وسائل ابلاغ کے ذریعہ عوامی معلومات، رائے عامہ اور عوامی تفریحات کی باضابطہ اور مستند اشاعت کا فریضہ ادا کرتی ہے، صحافت کے ابتدائی زمانہ میں اس کی ذمہ داری پہلے پہل طباعت گھر کے مالکوں نے سنبھالی تھی، وہ اخباری اطلاعات کے لیے سیاحوں سے ملاقات کرتے اور بات چیت کے ذریعہ متعلقہ مقامات کی تازہ تفصیلات حاصل کرنے کی کوشش کرتے تھے، یہ ابتدائی صحافی تاریخ کے صفحات پر ''پمفلٹ باز'' کے نام سے یاد کئے جاتے ہیں؛ کیونکہ یہ چھوٹے کتابچوں کے ذریعہ نئی نئی معلومات کی نشر واشاعت کا بیڑا اٹھاتے تھے، صحافت کے تین اصول ہیں:

اول تو یہ کہ اخبارات سماج اور معاشرے کے آئینہ دار ہوں، دوسرے یہ کہ ان سے اصلاح معاشرہ کا کام لیا جائے، تیسرے یہ کہ ان کے ذریعہ سے عوام میں جدید ترین علوم وفنون کا فروغ کیا جائے، آج جب ہم اپنے گرد وپیش کے اخبارات پر نظر ڈالتے ہیں تو اچھے اخبارات کے قابل صحافی صرف سماج کے عکاسی کرتے ہیں، اور شہریوں کو ذمہ دار اور بااصول بنانے پر ذرا بھی زور نہیں دیتے، انہیں اخلاقیات کا درس دینے کی کوئی فکر نہیں کرتے ہیں، حقیقت یہ ہے کہ اخبارات کو سماج کا عکاس ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے قارئین کے سامنے اعلی اخلاقی نمونے بھی پیش کرنے چاہئے، صحافت کے ذریعہ قوم کو بیدار کرنا چاہئے، اور بین الاقوامی خبروں اور مسائل کا تجزیہ کرتے ہوئے ملکی حالات کو حل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے نہ کہ صرف بیرون ممالک کی خبریں لے کر ان پر نوٹ تیار کریں، ہونا تو یہ چاہئے کہ آزادانہ طور پر کھل کر ایسے حسین پیرائے میں لکھا جائے جس سے عوام کو نئی راہ نظر آئے اور ان میں ذمہ داری کا احساس پیدا ہو۔

صحافت ایک وسیع میدان عمل ہے، بعض صحافی اس مقدس پیشہ کو ایک مکمل روزگار کی طرح اپناتے ہیں اور King Journalist کہلاتے ہیں، بعض اس مصروفیت کو وقتی طور پر اپناتے ہیں، بعض اسے شوقیہ طور پر اپنا کر اسے ذاتی شہرت کا وسیلہ بناتے ہیں، یا فرصت کے اوقات میں تھوڑا بہت کما لینے کا آسان ذریعہ بنا لیتے ہیں، انہیں آزاد صحافی، یا Freelance Journalist کہا جاتا ہے، حالانکہ صحافت ایک ایسا محنت طلب فن ہے جو پوری سنجیدگی سے اپنایا جانا چاہئے، قلم چلانے کا فن دیکھنے میں تو آسان

نظر آتا ہے، مگر حقیقت میں یہ مشقت اور بھر پور رجحان کا طالب ہے، ہنسی مذاق یا ہلکی پھلکی تفریح کی خاطر صحافت سے ناطہ جوڑ لینے کا خیال نادانی ہے، صحافت ایک ایسا فن ہے جس میں تخلیقی قوتوں کے صحیح استعمال سے بہت کچھ حاصل کیا جا سکتا ہے، صحافت میں کامیابی حاصل کرنے کے لیے جن اہلیتوں، قابلیتوں اور ضروری لیاقتوں کی ضرورت ہے ان میں جسمانی، ذہنی اور اخلاقی صلاحیتوں کو بڑا دخل ہے، حق گو، راست باز اور اعتدال پسند صحافی ہمیشہ کامیاب رہتا ہے، ہمیشہ سچی خبریں شائع کرنے والا اخبار یا صحیفہ کبھی شرمندہ نہ ہوگا، قارئین بھی ایسے اخبار پر فخر کرتے ہیں، حق پسندی کے بعد ہر صحافی کا واقفیت پسند ہونا بھی ضروری ہے۔

صحافت کا زندگی سے اور زندگی سے ادب کا چولی دامن کا ساتھ ہے، اسی نسبت سے بہت سے یوروپی دانش وروں اور ادیبوں نے ادب کو بھی صحافت کی ایک شکل قرار دیا ہے، ادیب بعض اوقات یا ہمیشہ ایک محدود طبقہ کو نظر میں رکھ کر اپنا قلم استعمال کرتا ہے، جب کہ صحافی کا دائرہ لامحدود ہوتا ہے، صحافی کو عام مقبولیت کی خاطر تمام حالات اور واقعات کچھ اس انداز میں تحریر کرنے پڑتے ہیں کہ معمولی سے معمولی علمی استعداد رکھنے والے کی سمجھ میں بھی بات آئے، اس طرح صحافیانہ تحریر میں سادگی، سلاست اور راست بیانی پر زیادہ زور دیا جاتا ہے، کسی بھی صحافی کے لیے زبان کی صحت بہت ضروری ہے، وہ قواعد سے واقف ہو، صحیح ہجوں کے ساتھ زبان تحریر کرلے، جملوں کی ساخت میں لغزش کرکے یا صرف ونحو کے اصولوں کی خلاف ورزی کرکے من مانی زبان لکھ کر کوئی بھی صحافی اپنا رنگ نہیں جما سکتا، صحافی کی زبان درست ہو، عام فہم ہو اور جہاں تک ممکن ہو بے داغ ہو اور اچھی صحافت وہی ہوتی ہے جس میں سادگی اور صفائی ہو، اس میں ایسے الفاظ لائے جاتے ہیں جن سے قاری کے ذہن میں ہر وہ بات آجائے جو مضمون نگار، صحافی یا مصنف کہنا چاہتا ہے، کسی بھی تحریر میں اسلوب کی بڑی اہمیت ہوتی ہے، تمام نکات ایک تسلسل اور سلیقہ سے پیش کئے جانے چاہئیں، بے ترتیبی پر مفہوم بھی کچھ کا کچھ ہو جاتا ہے، اس لیے مصنف بھی اپنی تحریر سے قبل ایک خاکہ ذہن میں بنائے اور ضروری نکات کاغذ پر بھی لکھ لے۔

صحافتی تحریروں کے لیے چھ اہم نکات تحریر کئے جاتے ہیں:

(۱) ہمیشہ سادہ اور سلیس الفاظ کا استعمال کیجئے (۲) غیر علمی اور غیر مروج الفاظ کا استعمال ہرگز نہ کیجئے۔

(۳) متروکہ عبارتوں اور گھسے پٹے جملوں سے پرہیز کیجئے (۴) کسی بھی جملے کی طوالت کو حتی الامکان کم کرنے کی سعی کیجئے

(۵) مقررہ الفاظ کو مستعدی سے تلاش کیجئے۔ (۶) خبریں تحریر کرتے وقت اپنی رائے اس میں شامل نہ کیجئے۔

اس طرح آپ ایک بہترین صحافی، اچھے مصنف، عمدہ قلم کار بن سکتے ہیں۔

گر ہمی خواہی کہ باشی خوش نویس ❁ می نویسی و می نویسی و می نویس

نقوش اسلام

تہذیب وتمدن پر اسلام کے اثرات واحسانات

حضرت مولانا سعید الرحمٰن اعظمی مہتمم دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

جس وقت انسانی معاشرہ پر غفلت ومدہوشی طاری تھی، ذاتی زندگی میں احکام وقوانین الٰہی کی بجا آوری کا دور دور تک پتہ نہ تھا، اس کے ہر فرد کی یہ آرزو اور خواہش تھی کہ وہ مادی طاقتوں اور سلطنتوں کے دربار میں جبہہ سائی کرے، یا کسی مقتدر شخص کی کاسہ گدائی کرے، چنانچہ اس کی اسی تنہا فکر اور دائرہ کار نے تمام طاقتوں وصلاحیتوں کو پامال اور اس کے قیمتی اوقات کو مشغول کر دیا تھا، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ منظّم طور پر اسے حصول معاش کے لیے مناسب موقع نہیں ملتا، وہ اغنیاء اور مالداروں کے دسترخوان سے میسر شدہ چند ٹکڑوں اور مال ودولت کے چند ٹکوں پر رضامند ہو جاتا، ان مصیبت زدوں اور بدحالوں میں کبھی کوئی شاعر ہوتا جو حاکم یا وزیر کی تعریف وتوصیف میں قصیدے نظم کرتا یا کوئی قلمکار ہوتا جو اس کی ثنا خوانی میں مقفّیٰ ومسجع الفاظ کا آبشار بہا دیتا، یا کوئی مقرر ہوتا جو اس کی مدح سرائی میں آسمان وزمین کے قلابے ملا دیتا، الغرض حصول زر کے اس پیشہ اور فن سے وہ خود بھی خوش تھا، اور اس کا ضمیر بھی مطمئن تھا، اس کے بعد اسے نہ کوئی فکر وغم دامن گیر ہوتا اور نہ کوئی سخت مسئلہ درپیش ہوتا۔

الغرض انسانی معاشرہ انہی مشغلوں اور کاموں میں اپنی چند روزہ زندگی کے بیش قیمت لمحات گذار رہا تھا، اور اس جاہلی دور میں اپنے حقیقی مقصد کو بھول کر بہت دور جا پڑا تھا، یہ بات اس دور کی تاریخ کے مطالعہ سے مزید واضح ہو جاتی ہے جس میں انسان غرور وتکبر، خود پسندی وخود ستائی کے انتہائی درجہ تک جا پہنچا تھا، عزت وخوں اور آزادیٔ رائے کی پرواہ کئے بغیر امور زندگی میں اپنی خواہشات ومرضیات کی روش پر رواں دواں تھا، اجتماعی زندگی میں اس کا شیرازہ بکھر چکا تھا، اور مکمل طور پر ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو چکا تھا، قبائلی وخاندانی غیرت وعصبیت کا عفریت سر چڑھ کر بول رہا تھا، جس کے نتیجے میں بے شمار خونریز جنگیں لڑی جا چکی تھیں، انسانی کرامت وشرافت، خودداری وعزت نفس کی ردا تار تار ہو چکی تھی، اور اخلاقی انحطاط آخری حد تک جا پہنچا تھا، اس وقت نہ کوئی سہارا تھا جس کے ذریعہ انسانیت کی ڈوبتی ہوئی کشتی ساحل سے ہمکنار ہوتی، نہ کوئی شخصیت تھی جس سے اپنے نجی وعائلی معاملات ومسائل کے حل کے سلسلے میں کچھ دریافت کیا جا سکتا تھا، اور نہ کوئی قانون ہی تھا کہ انسانی معاشرہ پر اس کی بالادستی قائم ہوتی اور اسے عزت واحترام کی نگاہوں سے دیکھا جاتا، یہی وہ حقیقی اسباب وعوامل ہیں جن کی بنا پر انسان حیران وپریشان ہے، جب کہ مادی تہذیبیں وثقافتیں اور مادی رجحانات وفلسفے موجود ہیں، جن کی قیادت ایسے تمدن وتہذیب کے ہاتھوں میں ہے جس میں اینٹ اور گارے سے بنے ہوئے عالیشان محلات اور بلند وبالا عمارتیں ذریعہ افتخار سمجھے جاتے ہیں اس کی شناخت یہ ہوتی ہے کہ انسان خود انسان ہی کا غلام ہوتا ہے، اس میں طاقت وبااقتدار طبقہ، کمزور وپسماندہ طبقہ پر ظلم وجور کے پہاڑ توڑتا ہے، اور افراد سے لے کر جماعت تک کی توجہات وکوششیں ذاتی منافع اور شخصی مصالح تک محدود ہو کر رہ جاتی ہیں، خواہ یہ جرائم کے سہارے سے ہو، یا بدعنوانی وغیر قانونی طریقے پر ہو یا ظلم واستبداد اور قتل وغارت گری کی راہ سے ہو۔

زمانۂ سابق کے انسانی معاشرہ، اور جدید ٹکنالوجی اور علمی ترقی کے

اس دور کے موجودہ حالات کے درمیان قلت موازنہ وعدم تقابل کی بناپر ایک ہی نتیجہ برآمد ہوسکتا ہے، وہ ہے خواہش ونفس پرستی اور بہیمیت وحیوانیت کااقدام جو پچھلے ادوار میں بھی ناپید تھا، حالانکہ ان تاریک ترین ادوار میں انسان رذائل ومنکرات کی آخری حدوں کو پار کر چکا تھا۔

عصر حاضر میں ہر چیز فلسفہ کے ضمن میں آتی ہے، اخلاقی جرائم کا ایک فلسفہ ہے، مال ودولت کی ہوس ہو، ذاتی منافع کے حصول کی خواہش ہو یاشہوانی جذبات کو پورا کرنے اور جرائم کی راہ میں پیش آنے والی رکاوٹوں اور مشکلات کے ازالے کی کوششیں ہو، یہ تمام چیزیں تہذیبی وتمدنی فلسفوں کے دائرے میں آتی ہیں، اس تہذیب کا دعوی ہے کہ وہ بہترین اور روشن مستقبل کا ضامن ہے، ستم بالائے ستم یہ کہ اس وقت دوبارہ سنگین جرائم سر اٹھارہے ہیں؛ لیکن ان پر فلسفہ اور ٹیکنالوجی جیسے خوبصورت ودلفریب الفاظ کا لیبل لگا کر پردہ پوشی کی کوشش کی جارہی ہیں، حتی کہ یہ جرائم وغیر قانونی اعمال ترقی وروشن خیالی کی علامت بن چکے ہیں، لطف یہ ہے کہ جدید ترقیات، ایجادات اور نوع بنوع کے انکشافات واکتشافات سے وہی شخص لطف اندوز ہوسکتا ہے جو جرائم پیشہ اور غیر قانونی کاموں میں امتیازی شان کا مالک ہو، اس کے علاوہ تمام افراد واشخاص جدید ٹکنالوجی سے حاصل ہونیوالی سہولیات ومراعات سے انتفاع اوران کے استعمال کے حقدار نہیں ہیں۔

اس وقت ایمانی وروحانی توازن میں ایک زبردست خرابی درآئی ہے، وہ ہے وسطیت کی راہ سے انحراف جو انسانیت کا امتیاز تھا؛ لیکن اس وقت امت مسلمہ جو اشرف المخلوقات اور گم کردۂ راہ انسانیت کی جوابدہ اور ذمہ دار ہے، حقیقت پسندی کی راہ سے ہٹ کر ایسے مقاصد کے جانب رخ کررہی ہے جن کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں، اس کے اندر اس فطرت الٰہی کے سامنے سپر اندازی کا کوئی تصور نہیں ہے، جس کے متعلق ارشاد ربانی ہے۔

”فطرة اللّٰه التی فطرالناس علیها لاتبدیل لخلق اللّٰه ذلك الدین القیم ولکن اکثر الناس لایعلمون“

اس دین فطرت کی پیروی کرو، جس پر اللہ نے لوگوں کو پیدا کیا ہے، اور اللہ کی تخلیق کو تبدیل نہیں کیا جاسکتا یہی سیدھا دین ہے؛ لیکن اکثر لوگ ناواقف ہیں۔

یہ حقیقت ہے کہ امت اسلامیہ میں جب بھی وسطیت وتوازن کا فقدان ہوا تو وہ صراط مستقیم سے بھٹک کر تمردوسرکشی اور بے راہ روی کی بھول بھلیوں میں جاپڑی، اور اسے انسانیت کو ایمان ویقین اور عمل و روح کی سوغات پیش کرنے کا خیال ہی نہ رہا، اور نہ ان مخلصانہ ومشفقانہ تعلقات وروابط کے نبھانے کا خیال رہا جن کے پرچم تلے تمام انسانیت کو یکجا کیا جاسکتا تھا، نیز انسانوں کے مابین نہ باہمی اعتماد ہی باقی رہا، امت مسلمہ اسی وقت امت وسط کہلانے اور قرآنی شہادت ”وکذلك جعلنا کم امة وسطا لتکونوا شهداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شهیدا“ (اس طرح ہم نے تم کوایک متوازن ومعتدل امت بنایا ہے، تاکہ تم لوگوں پر گواہ رہو، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم پر گواہ رہیں) کے مصداق اور سرور کائنات علیہ السلام کے ارشاد گرامی کے مرادف اور اقوام عالم کی شہادت دینے کی حقدار ہوسکتی ہے، جب کہ وہ عدل وانصاف کے دامن کو ہاتھ سے نہ چھوڑے، اور شمولیت وجامعیت اور بلندیٔ اخلاق کی پیکر ہو۔

کیا سائنس وٹیکنالوجی اور جدید انکشافات واختراعات کے اس دور میں موجودہ تمدنی وثقافتی صورتحال سے زیادہ عالم انسانیت کے لیے باعث خطرہ اور خوفناک نہیں ہے؟

موجودہ انسانی معاشرہ پر اخلاقیات کے درس کو پھیلانے اور رواج دینے، اخلاقی وانسانی اقدار وروایات نیز انسانی فطرت وطبیعت سے متصادم ہونے والی کاوشوں اور سرگرمیوں سے دنیا کو پاک وصاف کرنے کے سلسلے میں عائد ہونے والی ذمہ داری کے احساس سے وہ مکمل طور پر عاری ہوچکا ہے، فکری انحطاط روبہ زوال ہے، کمزور اقوام پر عدل وانصاف، خیرخواہی وخیر اندیشی اور عنایت وشفقت کا جذبہ سرد پڑچکا ہے ذہن ودماغ پر گھٹیا قسم کے جذبات واحساسات کی اجارہ داری قائم

ہوچکی ہے، امت مسلمہ کا ہر فرد اور خود مذہب اسلام نیز کلام اللہ شریف اور فخر موجودات محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ان ناپاک رذیل اور مغضوب ومعتوب اور کجرو اقوام کا ہدف ملامت واستہزاء بن چکی ہے، جن کے ذہن ودماغ اور دلوں میں اسلام اور اس کے پیروکاروں کے تیئں کینہ وحسد، عداوت ومنافرت کی آگ مسلسل بھڑک رہی ہے، یہ کجرو اسلام اور کتاب وسنت کے حاملین پر کیچڑ اچھالنے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں گنواتے، یہ کوئی راز سربستہ نہیں ہے، کہ جس سے دنیا ناواقف ہو؛ بلکہ یہ وہ حقیقت ہے جو آفتاب نیم روز کی طرح روشن وعیاں ہے، قرآن کریم میں بھی اس حقیقت کی جانب اشارہ کیا گیا ہے، ارشاد باری تعالی ہے" ولن ترضی عنك اليهود ولاالنصاری حتی تتبع ملتهم "اور آپ سے یہود ونصاری ہرگز خوش نہ ہوں گے جب تک کہ آپ ان کے مذہب کے پیروکار نہ ہوجائیں۔

مذہب اسلام اور اسلامی عقائد وافکار کے خلاف ان خبیث باطن یہود ونصاری کے عزائم وجدوجہد سے طویل تاریخ اسلام کے دفتر بھرے پڑے ہیں، خواہ قرآن کریم میں تحریف کرنے کی ناپاک مگر ناکام کوششیں ہوں یا اسلام کے پیروکاروں کو دہشت گرد قرار دینے اور علمی وتمدنی راہوں کو مسدود کرنے کی کاوشیں ہوں، یہ وہ باتیں ہیں جن سے مغرب ومشرق کا ہر ہر فرد واقف ہے، علاوہ ازیں ان اقوام کا منصوبہ ہے کہ اسلام کی تعلیمات کو تبدیل کردیا جائے، اس کے تعلیمی، دعوتی، تربیتی وثقافتی نظام اور راہ عمل میں تغیر وتبدیل کردیا جائے، قرآن کریم کی ان آیات کو نکال دیا جائے، جن میں جہاد ودہشت گردی کی تعلیم دی گئی ہیں، یا آج کے اس ترقی پسند دور میں جن کی ضرورت وحاجت نہیں ہے، اس کے علاوہ بے شمار لغویات ہیں جو وقتاً فوقتاً منظر عام پر آتے رہتے ہیں، ارشاد ربانی ہے:

"قدبدت البغضاء من أفواههم وماتخفی صدورهم اکبر"

شدت عداوت میں، بغض ان کے زبانوں سے ظاہر ہوجاتا ہے، اور جو ان کے سینے میں مخفی ہے وہ اور بھی بڑھ کر ہے۔

مزید تفصیل وتوضیح کے لیے جو شخص بغض وحسد، عداوت ومنافرت کی اس سلگتی آگ سے واقف ہونا چاہتا ہے تو اس کے لیے مناسب ہوگا کہ وہ موجودہ پوپ بندیکٹ کی ان تصریحات کا بنظر غائر مطالعہ کرے جن میں پوپ نے اس ابدی وسرمدی دین اسلام پر خوب کیچڑ اچھالا ہے، جس کی بنا پر پوری دنیا میں ایک ہنگامہ برپا ہوگیا ہے۔

ذیل میں کچھ اہم نکات ہدیہ ناظرین کئے جارہے ہیں:

☆ ۱۲ر ستمبر ۲۰۰۶ء میں جرمنی کی ایک یونیورسٹی میں پوپ نے اپنی تقریر کے دوران یہ کہتے ہوئے اسلام پر طنز کیا کہ عقل کا تقاضہ ہے کہ مسیحیت پر ایمان لایا جائے۔

☆ عجیب بات یہ ہے کہ پوپ نے اپنی تقریر کے آغاز ہی میں اسلام اور مسلمین پر زہر افشانی کرنے لگے، مزید یہ کہ انہوں نے اپنی تقریر کا ایک چوتھائی وقت اسلام کے خلاف زہر اگلنے میں صرف کیا۔

☆ یہ بھی کہا کہ دین اسلام سراسر تلوار کے زور پر پھیلا ہے۔

☆ یہ دعوی بھی کیا کہ اسلام کی بنیاد تشدد ودہشت گردی پھیلانے کے لیے رکھی گئی ہے۔

کون شخص اس بات کا تصور کرسکتا تھا کہ موجودہ پوپ اسلام کے خلاف اس طرح کے رکیک الفاظ استعمال کریں گے اور اس درجہ سفاہت وکمینگی کا ثبوت دیں گے، اور اس طرح غیر علمی وغیر سنجیدہ اسلوب اختیار کریں گے، جبکہ اسلام وہ مذہب ہے جس نے پوری دنیا کو خیر وبھلائی کے سرچشموں سے وابستہ کیا اور انسانیت وآدمیت کی صفات سے متصف کیا، یہ اسلام کی وہ خصوصیات اور امتیازات ہیں جن سے انسانی معاشرہ کسی وقت بھی مستغنی نہیں ہوسکتا، آخر کیا وجہ ہے کہ دنیائے مسیحیت کی اس نمائندہ شخصیت کے جانب سے ایسے لغویات کا صدور ہوا، ارشاد باری تعالی ہے: كَلَّا بَلْ رَانَ عَلَى قُلُوبِهِمْ مَا كَانُوا يَكْسِبُونَ" ہرگز نہیں؛ بلکہ ان کے دلوں پر ان کے اعمال کی وجہ سے زنگ چڑھ گیا ہے۔ (ترجمہ از عربی: محمد شعیب مہارشٹری)

وصایا

وصایا مفکر اسلام

مولانا سید محمود حسن حسنی ندوی استاذ مدرسہ ضیاء العلوم میدان پور

طلبۂ حدیث کے لیے وصیتیں:

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ علم ودین وشریعت کے حصول میں لگنے والوں کے لیے آداب کا پاس ولحاظ کو ترقی کے لیے اورایمان کے استحکام کے لیے ضروری سمجھتے تھے، اکثر وہ حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی (متوفی ۱۲۳۹ھ) کے ایک شاگرد کا عبرت آموز واقعہ سنایا کرتے تھے کہ وہ حدیث شریف کی کسی بڑی کتاب بخاری وغیرہ کا درس دے رہے تھے، ہوا تیز چل رہی تھی جس کی وجہ سے اوراق اڑنے لگے جس سے آواز تیز ہوئی اور درس میں خلل پڑنے لگا، مزید یہ کہ کتابوں کو نقصان بھی پہنچ سکتا تھا، فرمایا کوئی چیز رکھ دو جس سے ورق نہ اڑیں، سبھوں نے مناسب چیزیں رکھیں، مگر ایک طالب علم ایسا تھا جس نے (نعوذ باللہ) پاؤں رکھ دیا، وہی لمحہ فیصلہ کن ہوا اور ایمان سلب ہوتا نظر آیا اور دماغ بھی بگڑ گیا۔

اسی طرح ایک واقعہ حضرت امام مالک صاحب مؤطا کے حلقہ درس کا سنایا کرتے کہ ایک مرتبہ ان کے دوران درس مدینہ میں ہاتھی کا گذر ہوا، سب لوگ ادھر متوجہ ہو گئے، ہاتھی کبھی دیکھا نہ تھا، جی چاہا کہ ایک نظر ڈال لیں، البتہ ایک طالب علم امام یحییٰ بن یحییٰ اللیثی الاندلسی نہیں گئے اور امام مالک کے پاس ہی بیٹھے رہے، اللہ نے ان کے درس کو ایسی مقبولیت عطا فرمائی کہ دنیا بھر میں ان سے ہی روایت کردہ مؤطا کا نسخہ زیادہ عمومیت سے پھیلا، اوران کے ملک وخطہ اندلس میں اوراس کے جوار میں مالکی مسلک کے پیروکار زیادہ پائے جاتے ہیں۔

حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ حدیث کی کتاب کو قرآن مجید کو چھوڑ کر بھی کتابوں پر رکھنے کی تاکید فرمائے اور ترتیب یوں قائم کرتے، قرآن مجید اس سے نیچے حدیث شریف، اس کے نیچے سیرت پاک، پھر دوسرے فنون کی کتابوں کا نمبر، دین وشریعت سے ان کے قرب وتعلق کے اعتبار سے ہوتا، ایک بار راقم السطور کو بھی اس سلسلہ میں تنبیہ فرمائی، سیرت پاک پرایک کتاب بریف کیس میں رکھنے کو فرمایا اور بھی کتابیں اور کاغذات اس میں تھے، کوئی دوسرا کاغذ سیرت کی کتاب کے اوپر آ رہا تھا، سختی سے تنبیہ فرمائی اور کہا کہ یہ سیرت اس پر کوئی دوسری چیز نہ رکھو۔

وضو کا اہتمام، درود شریف کا اہتمام، اورآداب کے التزام کے ساتھ وہ حدیث پاک کا درس دیتے، یا درس میں بیٹھتے اوراس موقع پر ٹیک نہ لگاتے، راقم الحروف ایک بار محدث شام شیخ عبدالفتاح ابوغدہ رحمۃ اللہ علیہ کے درس حدیث میں دارالعلوم ندوۃ العلماء کی مسجد میں بیٹھے دیکھا اور صحیح بخاری شریف، سنن ترمذی شریف اور خود ان کے والد مولانا حکیم سید عبدالحی حسنی کے مرتب کردہ مجموعہ احادیث ''تہذیب الاخلاق'' اور حدیث شریف کے مشہور ومقبول مجموعہ مشکوۃ شریف کے ختم پر حدیث کا درس دیتے دیکھا، کہ وہ کن آداب کا لحاظ کرتے ہوئے اور کس تعلق ومحبت اور عظمت کے احساس کے ساتھ شرکت فرماتے تھے، اب اخیر میں طلبہ حدیث کے لیے ان کے چند اہم وصیتیں اور ہدایات ومشورے افادہ عام کے خاطر درج کئے جاتے ہیں، جو ان کی کتاب ''المدخال الی دراسات الحدیث النبوی الشریف'' سے ماخوذ ہیں، جس کا اردو ترجمہ مولانا سید بلال عبدالحی حسنی ندوی نے کیا ہے۔

۱- پہلی چیز جس کا اہتمام بہت ضروری اوراہم ہے وہ کتب حدیث کے درس وتدریس اور بحث وتحقیق میں اخلاص واحتساب اور تصحیح نیت

ہے، اجروثواب کی نیت کا استحضار ہو، اورانفرادی واجتماعی فوائد ملحوظ ہوں، اوراس کی تبلیغ ودعوت ہو،اس کی روشنی میں معاشرت کا جائزہ لیا جائے۔

۲-علم حدیث کے طلباءاوراس کے مطالعہ کرنے والوں کے لیے سب سے ضروری یہ ہے کہ وہ اپنی نیتوں کی تصحیح کریں اپنے اندراخلاص واحتساب پیدا کریں،تقرب الی اللہ کا جذبہ پیدا کریں،اس کے ثواب اورتوفیق کی امید رکھیں اورطلب دنیا اور مادی اغراض ومقاصد کو دل سے نکال دیں،شہرت وناموری اورحصول دنیا کا جذبہ ان کے اندر نہ ہو،اگربغیر قصدوارادہ کے بھی یہ بات دل میں پیدا ہوتو اس کو کھرچ کر پھینک دیں۔

۳- ایمان واحتساب اورحدیث نبوی کی قدرومنزلت کی معرفت کے ساتھ اس کا وہ ادب واحترام جواس کے شایان شان ہے ملحوظ رکھیں تواضع وفروتنی کا اظہاراور پھراللہ تعالی کی عطافرمائی ہوئی توفیق وسعادت پراس کا شکر بجالانا بھی ضروری ہے،اس سلسلہ میں حدیث کے مدرسین ومعلمین اورطلبہ حدیث کے محیرالعقول واقعات تاریخ کی زینت ہیں کہ وہ کس طرح اس کے درس ومطالعہ کے وقت باضواورآداب ملحوظ رکھتے تھے۔

۴- حدیث کا ہرطالب علم چہ جائیکہ معلم ومحقق ہواس کولوگوں کے لیے اخلاق ومعاملات میں طوروطریق میں اسوہ ونمونہ ہونا چاہئے،علم حدیث اورسیرت وسنت سے اشتغال کی تاثیراس کی زندگی سے نمونہ ہونی چاہئے۔

۵-یہ بات بھی ملحوظ رہنی چاہئے کہ وہ مذاہب فقہیہ جن پر زمانہ قدیم سے عمل چلا آرہا ہے، جن میں احکام کے استنباط واستخراج کی بنیاد کتاب وسنت ہے،ان کو ہدف ملامت نہ بنایا جائے،اس لیے کہ یہ بے موقع صلاحیتوں کا ضائع کرنا ہے،اوروقت کا ضیاع ہے۔

(ماخوذاز''میزان عمل''ازحضرت مولانا سیدمحمدرابع حسنی ندوی صفحہ۳۱/۳۲)

اکابرین کے حالات پر

مولانامفتی محمدمسعودعزیزی ندوی کی ایک تازہ کتاب

چندمایہ نازاسلاف قدیم وجدید

قرآن وحدیث کے بعد انسانی زندگی میں انقلاب پیدا کرنے کے لیے بزرگوں کے حالات زندگی اوراسلاف کے واقعات سے زیادہ کوئی چیز اثر کرنے والی نہیں ہے،اس میں کوئی شک نہیں کہ علماءاکابراور بزرگوں کی سیرت پر متعدد ضخیم اورمختصر کتابیں لکھی گئی ہیں ؛لیکن ضرورت اس بات کی تھی کہ ان میں سے چنیدہ بزرگوں کی سیرت کے وہ گوشے مختصراورسہل انداز میں تحریر کئے جائیں، جوموجودہ دور میں علماءوطلباء کے لیے مشعل راہ بن سکیں۔

یہ کتاب''چندمایہ نازاسلاف،قدیم وجدید''مولانا قاری مفتی محمدمسعودعزیزی ندوی کی تالیف کردہ ایسے انمول موتیوں سے بھری ہوئی ہے جن میں مصنف نے ایسے نیک بندوں کے احوال سے گفتگو کی ہے جن کے شب وروز کے اکثر اوقات عبادت خداوندی اورنبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی اتباع میں گزرا کرتے تھے، مصنف نے جس طرح کے واقعات کواپنی اس کتاب کا حصہ بنایا ہے اس سے بذات خودمصنف کی اندرونی کیفیت کا بھی اندازہ لگایا جاسکتا ہے، چنانچہ اس میں مولانا موصوف نے حضرت عمربن عبدالعزیزؒ، حضرت شاہ عبدالقادر جیلانیؒ،حضرت شاہ ولی اللہؒ،حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ،حضرت مولانا محمدالیاس صاحب کاندھلویؒ، حضرت علامہ سیدسلیمان ندویؒ،حضرت مولانا ڈاکٹرسیدعبدالعلی حسنیؒ،حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوریؒ، حضرت مولانا محمدیوسف کاندھلویؒ، حضرت شیخ مولانا محمدزکریا کاندھلویؒ،حضرت مولانا قاری محمدطیب دیوبندیؒ،حضرت مولانا مفتی محمودالحسن گنگوہیؒ،حضرت مولانا سیدصدیق احمدباندویؒ اورحضرت مولانا سیدابوالحسن علی حسنی ندویؒ جیسی چودہ اہم شخصیات کی سوانح کوتحقیق اورمستندکتابوں کے حوالے کے ساتھ بہترین اوراچھوتے انداز میں تحریر کیا ہے۔

مؤلف مذکور کی شخصیت محتاج تعارف نہیں ،ان کی ڈیڑھ درجن کے قریب کتابیں عربی واردو میں منصۂ شہود پرآ کراہل علم اوراکابر سے دادوتحسین حاصل کرچکی ہیں، چونکہ مولانا کا مشغلہ ہی تصنیف وتالیف ہے،مؤلف محترم کوطالب علمی ہی کے زمانے سے اکابرعلماء کی امامت، ان کی خدمت، ان سے خط وکتاب اوران کے ساتھ رہنے کا اچھاخاصہ موقع ملا ہے،غرضیکہ انہوں نے اپنے تجربات کی روشنی میں اس طرح اپنے رشحات قلم کوپیش کیا ہے کہ اس سے لوگوں کواکابر کے حالات کی جانکاری کے سلسلے میں کافی حدتک رہنمائی مل سکتی ہے،اللہ تعالی اس کتاب کوقبول فرمائے اورمؤلف محترم سے زیادہ سے زیادہ دین کی خدمت واشاعت کا کام لے۔آمین

تبصرہ نگار:محمدریاض کھجناور،سہارنپور،یوپی

اصلاحیات

ایمانی تقاضوں کو فراموش نہ کریں

مولانا اسرارالحق قاسمی صدر آل انڈیا تعلیمی وملی فاؤنڈیشن، دہلی

اللہ تعالی نے انسان کو بے شمار انعامات سے نوازا کہ جن کا شمار نہیں کیا جاسکتا، انسان کے کھانے کے لیے عمدہ قسم کا اناج وغلہ پیدا فرمایا، طرح طرح کی سبزیاں اگائیں، انواع واقسام کے پھل اور میوائیں عطا کیں، پینے کے لیے صاف ستھرا پانی دیا، رہنے کے لیے وسیع وعریض زمین بنائی، الغرض اللہ تعالی نے انسان کو بے شمار نعمتیں دیں لیکن ان سب میں سے زیادہ خصوصی کرم مولائے کریم نے اپنے بہت سے بندوں پر یہ کیا کہ انہیں ایمان کی دولت سے مالا مال فرمایا، اگر دنیا کی تمام چیزیں ودولتوں کو ایک طرف رکھا جائے اور ایمان کو ایک طرف تب بھی ساری چیزیں مل کر ایمان کے برابر نہیں ہوسکتیں۔

ایمان کے بغیر انسان کے تمام اعمال بے سود ہیں، اللہ خود اپنے کلام پاک میں ارشاد فرماتا ہے ''اے رسولؐ ان سے کہئے کہ کیا ہم تمہیں بتائیں کہ اپنے اعمال میں سب سے زیادہ ناکام ونامراد لوگ کون ہیں؟ وہ کہ دنیا کی زندگی میں جن کی ساری سعی وجہد راست سے بھٹکی رہی اور وہ سمجھتے رہے کہ وہ سب کچھ ٹھیک کررہے ہیں، یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کی آیات کو ماننے سے انکار کیا اور اس کے حضور پیشی کا یقین نہ کیا، اس لیے ان کے سارے اعمال ضائع ہوگئے، قیامت کے روز ہم انہیں کوئی وزن نہ دیں گے''۔(الکہف ۱۰۳ تا ۱۰۵)

قرآن پاک میں ایک جگہ اللہ تعالی نے ایمان کی اہمیت کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ''کیا تم نے حاجیوں کو پانی پلانے اور مسجد حرام کی مجاوری کو اس شخص کے کام کے برابر ٹھہرالیا ہے جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لایا اور جس نے اللہ کی راہ میں کوششیں کیں؟ اللہ کے نزدیک تو یہ دونوں برابر نہیں، اور اللہ ظالموں کی راہنمائی نہیں کرتا، اللہ کے یہاں تو انہی لوگوں کا درجہ بڑا ہے جو ایمان لائے اور جنہوں نے اس کی راہ میں گھر بار چھوڑے اور جدوجہد کی، یہی لوگ درحقیقت بامراد ہیں''۔(التوبہ ۱۹/۲۰)

قرآن کی ان آیات کی روشنی میں معلوم ہوتا ہے کہ ایمان ایک عظیم چیز ہے، اور ایمان کے بغیر انسان کے تمام اچھے کام بے معنی ہیں، اس لیے کہ آخرت میں جو لوگ صاحب ایمان نہ ہوں گے اور ان کی زندگی کفر میں گذری ہوگی، ان کو جہنم میں ڈال دیا جائے گا، جس میں وہ ہمیشہ ہمیش رہیں گے۔

ارشاد باری ہے: ''صاف کہہ دیجئے کہ یہ حق (آ گیا) ہے تمہارے رب کی جانب سے، اب جس کا جی چاہے ایمان لائے اور جس کا جی چاہے کفر اختیار کرے، ہم نے ظالموں کے لیے ایک آگ تیار کررکھی ہے، جس کی لپٹیں ان کو گھیرے میں لے چکی ہیں اور اگر وہاں وہ پانی کے لیے فریاد کریں گے تو ایسے کھولتے پانی سے ان کی فریاد رسی کی جائے گی جو پگھلے ہوئے تانبے کی طرح ہوگا جو ان کا منہ بھون ڈالے گا، کتنی بری ہے یہ پینے کی چیز اور کتنی بری ہے یہ آرام گاہ (الکہف ۲۹) کافروں کے اعمال برباد ہوجائیں گے، اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے''اور کافروں کے اعمال کی مثال ایسی ہے جیسے صحرائے بے آب میں سراب کہ پیاسا اس کو پانی سمجھتا ہے مگر جب وہ خدا کے حضور پہنچا تو اپنے اعمال کو کچھ نہ پایا''۔(النور ۳۹)

وہ ذات جس نے پوری کائنات کی تخلیق کی اس کے نزدیک اہل

ایمان اہم اور بہترین لوگ ہیں، ارشاد باری ہے ''جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے، یہی خلق خدا میں سب سے بہتر لوگ ہیں'' (البینہ ۷) اہل ایمان کو اللہ رب العزت جو عظیم اجر عطا فرمائیں گے اس کے بارے میں اگلی آیت میں وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا، ارشاد فرمایا: ''ایمان والوں کو صلہ ان کے پروردگار کے ہاں ہمیشہ رہنے کے باغ ہیں، جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں، یہ ہمیشہ ہمیشہ ان میں رہیں گے، اللہ ان سے خوش ہوگا اور یہ اللہ سے خوش ہوں گے، یہ ہے صلہ اپنے رب سے ڈرنے والے کا''۔ (البینہ ۸)

ایک اور روایت میں مزید وضاحت کے ساتھ اہل ایمان کے صلہ واجر کے بارے میں کیا گیا کہ ''اور جو اللہ کے سامنے ایمان کی حالت میں حاضر ہوگا جس نے نیک عمل کئے ہوں گے، ایسے لوگوں کے لیے اونچے مرتبے ہیں، سدابہار باغ ہیں، جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی ان میں ہمیشہ رہیں گے، یہ جزاء ہے اس شخص کی جو پاکیزگی اختیار کرے''۔ (طٰہٰ ۷۵/۷۶)

کتنی بڑی خوشخبری مسلمانوں کے لیے کہ ان کے رب نے ان کے لیے عظیم اجر کا وعدہ فرمایا ہے، خوش نصیب ہیں وہ لوگ جن کو اللہ تعالی نے ایمان کی عظیم دولت سے نوازا، اللہ تعالی کی جانب سے اس قدر عظیم اجر کی بابت جاننے کے بعد مومنوں کو خوش ہونا چاہئے اور ایمان کے تمام تقاضوں کو پورا کرنا چاہئے، ایمان کا تقاضہ ہے کہ اہل ایمان کسی بھی حال میں اللہ کی ناشکری نہ کریں اور دنیا کی رنگینیوں اور لطافتوں سے مرعوب نہ ہوں، اگر کسی کے پاس دولت نہ ہو، تب بھی اسے اپنے رب کا شکر گذار ہونا چاہئے، اگر کسی مسلمان کے پاس عالیشان عمارت اور کاروبار نہ ہو، تب بھی اسے اپنے آپ کو خوش قسمت سمجھنا چاہئے، کیونکہ باری تعالی نے اسے ایسی دولت سے نوازا ہے، جس کا مقابل نہ دنیا بھر کی دولت ہے، نہ جائیداد ہے، نہ بینک بیلنس ہے، نہ خوبصورت عمارتیں اور نہ ظاہری چمک دمک ہے اور نہ ہی بادشاہ وحکومت ہے، یہ تمام چیزیں تو فنا ہونے والی ہیں اور نہ ہی یہ چیزیں کسی انسان کے ساتھ جانے والی ہیں، جو چیز انسان کے ساتھ جانے والی ہے وہ ایمان اور اعمال ہیں، ذرا غور کرنے کی بات ہے کہ دنیا کا وہ عیش وآرام بہتر ہے، جو چند سالوں کے اندر ختم ہو جانے والا ہے، یا وہ آرام جو آخرت کی زندگی میں ہمیشہ برقرار رہنے والا ہے، ایسے ہی کیا وہ میوائیں، پھل اور انواع واقسام کی لذیذ چیزیں بہتر ہیں جن کا ساتھ موت کے ساتھ چھوٹنے والا ہے، یا وہ میوائیں، پھل اور انواع واقسام کی انتہائی لذیذ اشیاء جو کبھی ختم ہونے والی نہیں ہیں، ظاہری بات ہے کہ دنیا کی وہ نعمتیں آخرت کی ان نعمتوں کا مقابلہ نہیں کر سکتیں جو جنت والے خوش نصیب حضرات کو حاصل ہونگی۔

جنت کی نعمتیں محض اس لیے ہی دنیا کی نعمتوں سے بڑھی ہوئی نہیں ہیں کہ دنیا کی تمام نعمتیں ایک نہ ایک دن ختم ہونے والی ہیں، بلکہ اس لحاظ سے بھی بڑھی ہوئی ہیں کہ دنیا میں انسان کو جو چیزیں ملتی ہیں وہ بہت محدود ہوتی ہیں اور انسان ان سے بہت زیادہ مستفید نہیں ہوسکتا، ایک تو اس لیے کہ دنیا میں پائی جانے والی بہت سی قیمتی چیزیں ہر شخص کو وافر مقدار میں حاصل نہیں ہوتیں اور جن کو حاصل بھی ہوتی ہیں وہ بھی ان کا ایک حد تک ہی استعمال کر سکتے ہیں، اس کے آگے نہیں، اس کو مثال سے یوں سمجھا جاسکتا ہے کہ بعض اوقات دسترخوان پر بہت سی قسم کی ڈشیں اور مشروبات ہوتے ہیں، اس موقع پر کئی لوگ یہ چاہتے ہیں کہ اس لذیذ اور انواع واقسام کے کھانے کو خوب دل بھر کر کھایا جائے، لیکن تین چار روٹیاں کھا کر اور ایک دو گلاس کولڈ ڈرنک پی کر پیٹ بھر جاتا ہے اور چاہنے کے باوجود بھی کھانے کی گنجائش باقی نہیں رہتی، جب کہ جنت میں ایسا نہیں ہوگا، اس کے علاوہ دنیا کا مالدار ترین یا بادشاہ وقت بھی ایک ادنی سے جنتی کی برابر عمدہ اور خالص چیزیں حاصل نہیں کر سکتا اور وہ شان وشوکت نہیں پا سکتا جو جنتی کو حاصل ہوگی، اس فرق کا اندازہ اس آیت سے لگایا جاسکتا ہے، جس میں باری تعالی نے ارشاد فرمایا:

''داخل ہو جاؤ جنت میں عزت واحترام کے ساتھ تم بھی اور تمہاری

بیویاں بھی، ان پر سونے کی پرچوں اور پیالیوں کا دور چلے گا، اور وہاں جس چیز کو جی چاہے گا، اور جو آنکھوں کو بھائے گا وہ موجود ہوگا، اور جنت والو! اب تم جنت میں ہمیشہ رہو گے اور یہ جنت جو تمہاری ملکیت میں دی گئی ہے تمہارے کئے ہوئے نیک اعمال کا صلہ ہے، وہاں تمہارے لیے کثرت سے ہر قسم کے میوے ہیں جنہیں تم کھاتے ہو'' (الزخرف: ۷۰/۴۳) ایک اور آیت میں بیان کیا گیا ''جس جنت کا متقیوں سے وعدہ کیا گیا ہے، اس کی کیفیت یہ ہے کہ اس میں پانی کی ایسی نہریں ہیں جن کا کبھی مزہ نہیں بدلتا اور شراب کی نہریں ہیں جو پینے والوں کے لیے لذت ہیں اور شہد کی نہریں ہیں جو صاف کیا ہوا خالص ہے اور ان کے لیے جنت میں ہر قسم کے میوے ہیں، اور ان کے پروردگار کی جانب سے مغفرت ہے''۔ (محمد: ۵)

حیرت اس بات پر ہے کہ اس مادی دنیا میں بعض اہل ایمان حضرات بھی غیر ایمان والوں کی طرح دولت اور عیش وعشرت کے پیچھے دوڑتے ہوئے نظر آرہے ہیں، اور زیادہ مال حاصل کرنے کے لیے شب وروز ایک کیے ہوئے ہیں، اس تگ ودو میں بہت سے ایمانی تقاضے بھی فراموش کیے جارہے ہیں، کبھی کبھی مومن بھائی غیر ایمان والوں کی دولت اور ان کے دنیاوی ٹھاٹ باٹ کو دیکھ کر اس قدر متأثر ہوجاتے ہیں کہ اپنے کو انتہائی لاچار ومجبور سمجھنے لگتے ہیں، گویا کہ انہیں اللہ تعالیٰ نے کوئی نعمت ودولت ہی نہ دی ہو، انہیں سوچنا چاہئے کہ ان کے پاس ایک عظیم نعمت ودولت ایمان ہے جو تمام دولتوں اور چیزوں کے مقابلے میں زیادہ اہمیت کی حامل ہے، اس لیے ایمان کو محفوظ رکھنے کی اشد ضرورت ہے نہ کہ دنیا کی رنگینیوں کے پیچھے بھاگنے کی۔

❁❁❁❁❁

ناز کتنا تھا دولت پہ قارون کو
بھول بیٹھا تھا دین اور ایمان کو
خاک میں مل گئی اس کی دولت سبھی
ایسی دولت کا کوئی بھروسہ نہیں

جامعة عائشة الصديقة للبنات
جونیئر ھائی اسکول

زیر انتظام

جمعية الشيخ المدني التعليمية والخيرية

بیادگار

امیر الہند حضرت مولانا سید اسعد صاحب مدنیؒ
مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ

امیر الہند حضرت مولانا سید اسعد مدنی نور اللہ مرقدہٗ صدر جمعیۃ علماء ہند کے حکم کے مطابق مولانا مدنی ایجوکیشنل اینڈ ویلفیئر سوسائٹی کے زیر اہتمام ''جامعہ عائشہ صدیقہ للبنات'' کا قیام عمل میں آیا تھا، تاکہ آج کی مسلم بچیاں کل ماں بن کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور دیگر صحابیات کا کردار ادا کرسکیں، نیز اسلامی تعلیم سے مالا مال ہو کر اپنے گھروں کو اسلامی تعلیم سے آراستہ کرسکیں اور اپنی نسل کی اصلاح کرسکیں؛ کیونکہ بچہ کا پہلا مدرسہ ماں کی گود ہوتا ہے۔

جامعہ عائشہ ایک دینی اور تعلیمی ادارہ ہے جو قرآن وحدیث اور اشاعت اسلام کے لیے عمل میں آیا تاکہ ملت اسلامیہ کے نوجوانوں کے اندر اسلامی اسپرٹ اور دینی روح پیدا کی جاسکے، ہائی اسکول اور جدید تعلیم یافتہ لڑکیوں کو قلیل مدت میں عالمہ دین بنایا جائے اور مساجد ومکاتب قائم کیے جائیں، برادران وطن کو دینی دعوت پیش کی جائے اور ملت کے لئے رفاہی اور خیراتی کام انجام دئے جائیں، ان مقاصد کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لیے ادارے کے کام کو مندرجہ ذیل ۹ رشعبوں میں تقسیم کیا گیا ہے:

☆ جامعہ عائشہ الصدیقہ للبنات ☆ الفرقان جونیئر ہائی اسکول ☆ مکتبہ اسعدیہ العامہ ☆ جمعیۃ اصلاح اللسان ☆ دعوت وتبلیغ ☆ شعبۂ کمپیوٹر ٹریننگ ☆ دارالافتاء ☆ مجلس نشریات اسلام ☆ شعبۂ سلائی وکڑھائی۔

قوم کے دردمند حضرات سے درخواست ہے کہ وہ اس ادارے کا ہر طرح سے تعاون فرما کر عنداللہ ماجور وعندالناس مشکور ہوں۔

محمد فرقان اسعدی

خلیفہ ومجاز حضرت فدائے ملت مولانا سید اسعد مدنیؒ
وصدر جامعہ عائشہ صدیقہ للبنات، نگلہ راعی، چرتھاول، ضلع مظفر نگر (یوپی)

جائزہ

دوسری قسط

عورت کا تصور
اسلامی قوانین کی نظر میں

حضرت مولانا محمد برہان الدین سنبھلی شیخ التفسیر دار العلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ

مندرجہ ذیل مضمون جولائی کے شمارے میں شائع ہوا تھا، مگر اس میں کچھ عبارتیں رہ گئی تھیں، بعض جگہ مفہوم کچھ کا کچھ ہو گیا تھا، اس لیے اس مضمون کو نظر ثانی اور تصحیح کرنے کے بعد دوبارہ شائع کیا جا رہا ہے۔ (ادارہ)

اسلام میں عورتوں کا کیا مقام ہے اور ان کے لئے شرعی قوانین میں کیسی کیسی رعایتیں دی گئیں ہیں، عورت کے بارے میں قرآن مجید کی سورۂ نساء آیت نمبر۱ (یہ آیت خطبہ نکاح میں پڑھی جانے والی آیتوں میں سے ہے) میں انسانیت کی مساوات کا "خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا" کے الفاظ میں صاف اعلان کر دیا گیا کہ عورت اور مرد دونوں ایک ہی نفس سے پیدا کئے گئے ہیں، اس لیے دونوں ہم جنس ہیں، ایسا نہیں کہ عورت کسی اور جنس سے ہو (مثلاً حیوان ہو) اور مرد دوسری جنس سے؛ بلکہ دونوں ہی انسانیت کے رشتہ سے برابر ہیں، اسی طرح حدیث نبوی میں "النساء شقائق الرجال" (ابوداؤ ص ۳۱/جلد ۱/واحمدوغیرہ بحوالہ المرأۃ ص ۲۵) فرما کر اسی کی تصریح وتوضیح فرما دی گئی، چنانچہ اسلام کے تمام احکام میں صنفی اور طبعی فرق کا لحاظ کرتے ہوئے دونوں کے لیے یکسانیت برتی گئی ہے؛ بلکہ اسلام کے تمام قوانین پر اگر گہری نظر ڈالی جائے تو محسوس ہوتا ہے کہ عورتوں کو کچھ زیادہ ہی رعایتیں دی گئی ہیں، عرب جاہلیت میں لڑکیوں کی پیدائش بڑے عیب کی بات سمجھی جاتی تھی، اس کے بالمقابل اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ہدایات دیں، مثلاً فرمایا "من بلى من هذه البنات شيئاً فاحسن اليهن كن له ستراً من النّار"۔ (صحیح بخاری جلد۲ صفحہ ۸۸۷)

یعنی جو شخص لڑکیوں کی بہترین طریقہ سے سرپرستی کرے (تربیت دے) اور اچھا برتاؤ کرے گا وہ جہنم میں نہ جائے گا، ایک اور حدیث میں یوں فرمایا "من كانت له ثلاث بنات أو ثلاث اخوات أو ابنتان أو اختان فأحسن صحبتهن واتقى الله فيهن فله الجنة"۔ (ترمذی جلد۲ صفحہ ۱۳-۱۴ مکتبہ رشیدیہ دہلی)

ایک اور روایت میں یہ الفاظ ہیں: "من عال جاريتين دخلت أنا وهو الجنة كهاتين أشار باصبعيه"۔ (ترمذی جلد۲ صفحہ ۱۳)

یعنی جو شخص دو تین بہنوں یا لڑکیوں کی بہترین طریقہ پر تربیت کرے اور کسی طرح کی زیادتی نہ کرے، وہ جنت میں جائے گا، اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اتنا قریب ہوگا جتنی ایک ہاتھ کی دو برابر کی انگلیاں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس شوق انگیز بیان کے بعد بھلا کون سچا مسلمان ہوگا جو لڑکیوں اور بہنوں کی پرورش میں کوتاہی کرے اور دلچسپی نہ لے، ان ہدایات کا یہ اثر ہوا کہ غیر شادی شدہ لڑکیاں اسی خطۂ عرب میں جہاں زندہ درگور کی جاتی تھیں "کریمہ" (یعنی معزز ومحترم خاتون) کہلانے لگیں، مزید یہ کہ اس صنف نازک کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنے کا اور بھی متعدد پیرایۂ بیان میں حکم دیا، مثلاً قرآن مجید (سورۂ نساء آیت ۱۹) میں فرمایا "عاشروهن بالمعروف" (عورتوں کے ساتھ بھلے طریقے سے زندگی گزارو! اور حدیث میں فرمایا

"استوصوا بالنساء خیرا" (عورتوں کے ساتھ بہترین برتاؤ کے معاملہ میں میری صلاح مانو) بلکہ اسی کے ساتھ یہ بھی ہدایت دی کہ عورتوں سے اگر کوئی تکلیف بھی پہنچے تو یہ خیال کر کے کہ ان میں بہت سی خوبیاں بھی ہیں طرح دے جاؤ، غور کیجئے! یہ اندازِ بیان کتنا مؤثر ہے، الفاظ حدیث یہ ہیں "لایفرك مؤمن مؤمنة ان کره منها خلقاً رضی منها آخر"۔ (صحیح مسلم، بحوالہ مشکوۃ ج۲ص۲۸۰)

درحقیقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی مستفاد ہے، قرآن مجید کی (سورۂ نساء آیت ۱۹) "فان کرهتموهن فعسی ان تکرهوا شیئاً ویجعل الله فیه خیراً" (اگر وہ تم کو ناپسند ہوں تو ممکن ہے کہ تم ایک شئی کو ناپسند کرو اور اللہ اس کے اندر کوئی بڑی منفعت رکھ دے) سے، ایک حدیث میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اکمل المؤمنین ایماناً أحسنهم خلقاً وخیارکم خیارکم لنسائهم" ایمان کامل اس شخص کا ہے جو شخص اخلاق میں ممتاز ہو اور تم میں سے سب سے اچھا وہ شخص ہے جو اپنی عورتوں کے لیے اچھا ہو۔ (ترمذی جلد ا رصفحہ ۱۳۸)

انھیں آیات واحادیث کی بنیاد پر امام غزالیؒ نے کیا خوب بات فرمائی" لیس حسن الخلق معها کف الأذی عنها بل احتمال الأذی والحلم عند طیشها وغضبها "(احیاء علوم الدین ج۲ص۳۹)

مطلب یہ ہے کہ عورت کے ساتھ اچھے برتاؤ کرنے کے حکم کا تقاضہ صرف یہ نہیں ہے کہ مرد عورت کو اذیت نہ پہنچائے؛ بلکہ اس کے اندر یہ بھی داخل ہے کہ اگر عورت کی طرف سے کوئی تکلیف دہ بات پیش آئے تو اسے برداشت کرے، امام غزالیؒ نے یہ بھی لکھا ہے (اور احادیث صحیحہ میں یہ واقعہ موجود ہے) کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات کے بالکل قریب جب کہ زبان مبارک پورا ساتھ بھی نہیں دے رہی تھی، اس وقت جو چند اہم نصیحتیں امت کو فرمائی ان میں عورت کے ساتھ بہتر برتاؤ کرنے اور اس بارے میں اللہ سے ڈرتے رہنے کی بھی تھی۔ (احیاء علوم الدین صفحہ ۳۷/۳۸ جلد ۲)

عورت کے اخراجات:

عورت کے ساتھ بہتر برتاؤ کرنے، اس کے ساتھ عزت واحترام اور دلجوئی کا معاملہ کرنے کا حکم اس کی صنفی نزاکت کے لحاظ ورعایت کی بنا پر ہی ہے؛ کیونکہ نازک چیز کی رعایت زیادہ ہوتی ہے، ایک حدیث صحیح میں انھیں قواریر (آبگینہ) فرمایا گیا ہے، اس طرح ان کی نزاکت کا اعتراف آخری درجہ میں کیا گیا ہے، (صحیح بخاری جلد۲ رصفحہ ۹۱۷) میں ہے "رفقاً بالقواریر" اس بنیاد پر اسے کسب معاش کی مشقتوں سے بچایا گیا اور اس کا نفقہ کسی نہ کسی مرد کے ذمہ کردیا گیا، شادی سے قبل والد پر، والد نہ ہونے یا اس کے اخراجات برداشت کرنے کے لائق نہ ہونے کی صورت میں حسب اصول وراثت دادا، چچا، بھائیوں وغیرہ پر، شادی کے بعد شوہر پر، شوہر سے علیحدگی کی شکل میں عدت کے درمیان کے تمام اخراجات شوہر کے ذمہ، شیرخوار بچہ کی موجودگی میں عدت کے بعد بھی جب تک بچہ ماں کا دودھ پیتا رہے، اس کے نیز بچہ کے اخراجات بھی اس کے سابق شوہر پر ہی ہیں، عدت کے بعد (شیرخوار بچہ نہ ہونے کی صورت میں) اولاد پر، اولاد نہ ہو تو پھر شادی سے قبل کی طرح والد یا دیگر رشتہ داروں پر لازم ہوتے ہیں، جن پر اخراجات لازم ہیں وہ رضاکارانہ نہیں بلکہ ان پر واجب ہوتے ہیں۔ (درمختار اس کی شرح ردالمحتار ج۲ رص۶۴۳ تا ۹۶۸۹)

عورت کے اختیارات:

اوپر کی تفصیلات سے اسلام میں عورت کے عزت واحترام نیز حقوق کا اندازہ کرلینا مشکل نہ رہا ہوگا، اس کے بعد اب ایک جھلک ہم اس کے اختیارات کی دکھاتے ہیں، عورت بالغ ہونے کے بعد (مرد ہی کی طرح) اپنے جان ومال، نکاح، مالی لین دین وغیرہ کے بارے میں قانون شریعت کے لحاظ سے پوری طرح مختار ہوتی ہے، اپنے مال کی پوری طرح مالک ہوتی ہے، جس طرح مرد، کہ جہاں چاہے اور جتنا چاہے خرچ کرے (بس جس طرح مردوں کے لیے کچھ پابندیاں ہیں، مثلاً فضول خرچی نہ کریں اور حرام جگہ خرچ نہ

کریں، اسی طرح عورت کے لیے بھی ہیں)اس بات کے لیے حوالے پیش کرنے کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی ، ہر متعلق کتاب میں اس کی صراحت موجود ہے ، عام طور پر یہ ایک معروف حقیقت ہے، سب سے نازک مسئلہ اس کے ازدواجی تعلق کا ہے،اس میں (کم سے کم فقہ حنفی میں، ظاہر ہے کہ وہ بھی شریعت کا ترجمان ہے) بالغ عورت مختار ہے کہ جس سے نکاح کرنا چاہے کرسکتی ہے، یہ الگ بات ہے کہ بعض شکلوں میں اولیاء کواعتراض کا حق دیا گیا ہےاوراولیاء کی اجازت وسرپرستی میں ہونے والے نکاح کو پسندیدہ قرار دیا گیا ہے، چنانچہ عورت ازخوداولیاء کے بغیر نکاح کر لیتی ہے،تو نکاح منعقد ہوجاتا ہے (بدائع الصنائع جلد۲رصفحہ۲۴۱)۔(اگر چہ پسندیدہ نہیں ہے)اوراس کے لیےاحادیث نبویہ سے استدلال کیا گیا ہے،مثلاً ایک حدیث میں ہے " الأیم أحق بنفسها من ولیها "۔(ابوداؤدجلد۱صفحہ۲۸۶)

مطلب یہ ہے کہ غیرشادی شدہ عورت اپنے نکاح کے بارے میں اپنے ولی سے زیادہ حقدار ہے(کہ جس سے چاہے نکاح کرے)اس کی تائید اس واقعہ سے بھی ہوتی ہے کہ ایک کنواری (بالغ) لڑکی کا نکاح اس کے والد نے لڑکی کی مرضی کے بغیر کردیا تھا،تواس لڑکی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی ،اس پر اسے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چاہے تو نکاح برقرار رکھے اور چاہے تو نکاح ختم کردے(ایضاً)اوراس کے علاوہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی صاف صاف فرمادیا کہ "لاتنکح الثیب حتی تستأمرو ولا البکر إلا بإذنها" (ابوداؤدج ارص ۲۸۵ مطبع مجیدی، کانپور)مطلب یہ کہ شوہر رسیدہ عورت کی شادی اس کے صریح حکم کے بغیر نہ کی جائے ،اورکنواری لڑکی کا بھی نکاح اس کی اجازت کے بغیر نہ کیا جائے ، علاوہ ازیں قرآن مجید میں بھی اولیاء کو صاف طور پر اس سے منع کیا گیا ہے کہ وہ عورتوں کی پسند کے شخص سے انہیں اپنا نکاح کرنے میں رکاوٹ ڈالیں" فلا تعضلوهن أن ینکحن ازواجهن " (سورۃ البقرہ آیت۲۳۲)

عورت کا ترکہ میں شرعی استحقاق :

دنیا کے کسی بھی مذہب، ملک اورقوم نے عورت کوترکہ کا مستحق نہیں قرار دیا ہے؛لیکن اسلام نے عورت کوبھی ترکہ کا مستحق بنایا ہےاوراس بارے میں عمر،صنف اورنمبر کا فرق بھی نہیں کیا (مثلاً پہلی ہی اولاد کو ترکہ یانرینہ کو ہی ملتا،بقیہ کو نہ ملتا) کیونکہ جب سبب استحقاق میں سب اولاد برابر ہیں تواس کی بنیاد پر ملنے والے حق میں فرق کیوں ہو۔

زمانۂ جاہلیت قدیمہ میں عرب ہی نہیں ، جاہلیت جدیدہ میں بھی ترقی یافتہ سمجھی جانے والی بہت سی یورپین اوردوسری قومیں بڑے لڑکے کو ہی ترکہ کا واحد مستحق قرار دیتی رہی ہیں؛ حالانکہ عقل سلیم اور مزاج مستقیم کے لحاظ سے یہ بالکل الٹی منطق معلوم ہوتی ہے ،یعنی اولاد کے درمیان اگرفرق کیا جانا ہی ناگزیر ہوتا تو معکوس ترتیب ہوتی کہ چھوٹوں یا چھوٹے کو ملتا ، سچ کہا ہے چھٹی صدی ہجری کے ایک مشہور مالکی عالم قاضی ابوبکرابن العربی نے (وفات ۵۴۳ھ)" ان الورثة الصغار الضعاف کانوا احق بالمال من القوی فنکسوا الحکم وأبطلوا الحکمة "(احکام القرآن لابن العربی ج ۱/ ص ۱۲۶) ’’یعنی کمزوراورکم عمرورثہ تو قوی وارثوں کے مقابلہ میں مال کے زیادہ ضرورت منداور مستحق ہوتے ہیں؛لیکن جاہلوں نے ترتیب الٹ کر رکھ دی ہے‘‘ ، بہرحال اسلام نے اولاد میں سے ہرایک کووارث مانا ہےاورترکہ کا حقدارقراردیا ہے، یہ الگ بات ہے کہ مصالح کی بناپرمقدار میں کہیں کچھ فرق کیا ہے۔

اسلام کا نظام وراثت :

اسلامی نظام وراثت کی بنیاد جیسا کہ امام غزالیؒ (وفات۵۰۵ھ) نے بتایا ہے کہ نسب اور سبب پر ہے(الوجیز جلد۱ر۲۶۰)نسب کا مطلب قرابت کی بنیاد پراورسبب کا مطلب نکاحی رشتہ اورآزادکرنے وغیرہ کے سبب سے ترکہ پانا ہے،اس نظام کی رو سے عورتوں میں ماں، بیٹی، بیوی کسی حال میں ترکہ سے محروم نہیں رہ سکتیں،ان کے علاوہ بہت سی صورتوں میں پوتی، دادی، نانی، بہن (ان کی تینوں قسمیں حقیقی،

اخیافی، علاتی) بلکہ بعض صورتوں میں پھوپھی اور نواسی بھی ترکہ پانے کی مستحق ہوتی ہیں۔ (تفصیلات کتب فرائض، مثلاً سراجی میں دیکھی جائیں)

ایک سطحی اعتراض:

اسلامی نظام وراثت پر بادی النظر میں ایک اعتراض یہ کیا جاسکتا ہے، بلکہ سطحی نظر رکھنے والوں نے، یعنی پورے اسلامی نظام پر نظر نہ ہونے کی وجہ سے بعض نے کیا بھی ہے کہ عورت کو اکثر صورتوں میں (اگر چہ بعض صورتوں میں مثلاً اخیافی بہن بھائی کو برابر ملتا ہے) مرد سے نصف حصہ ملتا ہے، حالانکہ قانون کے تمام پہلوؤں پر نظر ہوتو اعتراض کی گنجائش نہ رہے، مثلاً یہ حقیقت سامنے ہو کہ عورت پر اسلامی قانون کی رو سے کوئی مالی ذمہ داری نہیں ہے، کوئی خرچ حتی کہ ان پر اپنا خرچ بھی نہیں ہے (تفصیل اوپر گزر چکی ہے) اس لئے اسے جو کچھ ملتا ہے محض اس کی دلجوئی اور عزت افزائی کے لیے ملتا ہے، اکثر اس کے "بینک بیلینس" بڑھانے یا زیورات بنوانے کا ذریعہ ملتا ہے، اس کے برخلاف مرد پر اکثر حالات میں نہ صرف اس کے اپنے بلکہ دیگر اقارب کے اخرجات کا بار بھی ہوتا ہے، اور بیوی نیز لڑکیوں اور نابالغ لڑکوں کے بلکہ معذور بالغوں کے بھی اخراجات اس کے ذمہ ہوتے ہیں، بیوی کا دین مہر بھی مرد کے ذمہ ہوتا ہے، جب کہ عورت اپنے شوہر سے مہر پانے کی (جو اکثر اوقات میں بڑی رقم ہوتی ہے) حقدار ہوتی ہے، اور مرد نکاح کرتا ہے تو اسے مہر ادا کرنا پڑتا ہے، اسے ایک مثال سے سمجھنا آسان ہوگا، مثلاً ایک شخص کا انتقال ہوا، اس نے ترکہ میں تیس ہزار روپئے اور صرف ایک لڑکا اور ایک لڑکی وارث چھوڑے، اب قانون اسلامی کے مطابق لڑکے کو بیس ہزار روپئے اور لڑکی کو دس ہزار روپئے ملے، بعدازاں دونوں نے شادی کیں اور فرض کیجئے دنوں کا مہر دس دس ہزار مقرر ہوا، اب صورت واقعہ یہ بنی کہ لڑکے کے پاس سے دس ہزار روپئے مہر کے نکل گئے، اور لڑکی کے پاس دس ہزار (اس کے شوہر سے مہر میں ملے ہوئے) آگئے، اس طرح لڑکی کے پاس بیس ہزار ہوگئے اور لڑکے کے پاس دس ہزار ہی رہ گئے اور وہ بھی بیوی وغیرہ کے اخراجات میں جلد صرف ہوجائیں گے اور باقی نہ رہیں گے، اس کے برخلاف لڑکی کے پاس بالعموم رکھے ہی رہیں گے۔

ان تمام پہلوؤں پر گہری نظر جس کی ہوگی وہ بھلا اس حکیمانہ قانون پر اعتراض کرسکے گا؟ بلکہ عجب نہیں کہ اس کے برعکس عورت کو زیادہ حصہ ملنے اور مرد کو کم ملنے کی شکایت کرنے لگے، لیکن مرد کو خداوند تعالی کی طرف سے کسب معاش کی جو صلاحیتیں اور مواقع دیئے گئے ہیں ان کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ شکایت بھی باقی نہ رہے گی، مذکورہ بالا سطروں میں بیان کردہ تفصیلات سے خداوندی نظام اور خدا بیزار نظام کے درمیان فرق کھلی آنکھوں نظر آنا مشکل نہ رہا ہوگا، ہمارے پیش نظر یہ خداوندی ارشاد رہنا چاہئے" افحكم الجاهلية يبغون ومن أحسن من الله حكما لقوم يوقنون " ترجمہ: کیا جاہلیت کے احکام اپنانے کی خواہش رکھتے ہیں؟ حالانکہ اللہ تعالی سے زیادہ بہتر احکام اور کون دے سکتا ہے۔

قلم کار حضرات متوجہ ہوں!

ماہنامہ "نقوش اسلام" کے لیے اپنے دینی، اصلاحی، ادبی، دعوتی، تاریخی اور تحقیقی مضامین ارسال فرما کر اس دعوتی مشن کو آگے بڑھانے میں ہمارا تعاون کریں۔

☆ مضامین خوشخط، صاف اور کاغذ کے صرف ایک طرف ہی تحریر فرمائیں۔

☆ مضامین ارسال کرتے وقت رسالہ کے معیار اور علمی ذوق کا خاص لحاظ رکھیں۔

☆ شائع شدہ مضامین شامل اشاعت نہیں ہوں گے۔

☆ ناقابل اشاعت ہونے کی صورت میں مضامین واپس نہیں کیے جائیں گے۔

نیز نقوش اسلام کے اندر شامل مضامین میں قلمکار حضرات جو رائے پیش کرتے ہیں، وہ ان کی اپنی ذاتی رائے ہوتی ہے، اس سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں۔ (ادارہ)

محاسن اسلام

تیسری قسط

تیتیموں کی کفالت قرآن وحدیث کی روشنی میں

مولانا محمد عامر ندوی، رئیس قسم المشاریع جمعیۃ شیخ عبداللہ نوری، کویت

ہمیں اچھی طرح معلوم ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جنت میں اعلی مقام پر ہوں گے، جس مقام تک کسی کی رسائی نہیں ہوگی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک صحیح حدیث میں ارشاد فرماتے ہیں " أنـا و كـافل اليتيم كهـاتيـن فـي الـجـنة " میں اور یتیم کی کفالت کرنے والے جنت میں اس طرح ہوں گے، اور شہادت و درمیانی انگلی کو ملا دیا۔ (بخاری)

اور جس کے پاس اپنا یا کسی غیر کا یتیم ہو یعنی بھتیجا ہو، بھانجا ہو، چچازاد بھائی ہو اور اس وقت مقصود یہ ہے کہ جب ماں وفات پا چکی ہو یا ماں ہو باپ کا انتقال ہو چکا ہو، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا" كافل اليتيم له أو لغيره أنـا وهو كهاتين في الجنة " اپنے پاس یا غیر کے پاس رہنے والے یتیم کی کفالت کرنے والا اور میں اس طرح جنت میں ہوں گے، اور آپ نے سبابہ اور درمیانی انگلی کو ملا کر اشارہ کیا، ایک حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا" من عال ثلاثة من الأيتام كـان كـمـن قـام ليله وصام نهاره وغدا وراح شاهرا سيفه في سبيـل الـلـه و كـنـت أنا وهو في الجنة أخوين كهاتين أختان" جس نے تین یتیموں کی پرورش کی تو وہ ان لوگوں کی طرح ہے جو رات میں تہجد اور دن میں روزہ رکھتے ہیں اور صبح وشام اپنی تلوار سونتے ہوئے اللہ کے راستے میں نکلتے ہیں، میں اور وہ جنت میں اس طرح ہوں گے اور دونوں انگلیوں سبابہ اور وسطی کو ملا دیا۔ (ابن ماجہ)

بلاشبہ جو رات میں قیام کرتا ہو دن میں روزہ رکھتا ہو اور اللہ کے راستے میں جہاد کرتا ہو شاید ان صفات حمیدہ سے متصف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے اب تک تقریباً بیس ہی افراد متصف ہیں اس لیے جو تین یتیموں کی پرورش کرے گا وہ اجر وثواب میں ان صفات سے متصف لوگوں کے برابر ہے۔

ہمیں معلوم ہے کہ بہت سے گھروں میں جنات ہیں، بعض میں شیاطین ہیں اور بعض میں ارواح خبیثہ ہیں، اور یہ بات مشہور ہے، اور بہت سے گھر پاک وصاف بھی ہوتے ہیں، اور ایسا ذریعہ بھی ہوتے ہیں جن سے خبیث اور شریر روحوں کو جنات وشیاطین کو، امراض ومصیبتوں اور وباء وغیرہ کو دور کیا جا سکتا ہے اور باوجود اس کے کہ یہاں بہت سے وسائل ہیں، جیسے اللہ کا ذکر، قرآن کریم کی تلاوت اور گھر کو دم کرنا، مگر سب سے بڑا ذریعہ ان امراض سے شفاء پانے کا یہ ہے کہ گھر میں کوئی یتیم ہو، جس کے ساتھ حسن سلوک کا معاملہ کیا جائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "من قبـض يتيمـاً مـن بيـن الـمـسـلمين إلى طعامه و شرابه أدخله الله الجنة البتة، مـالـم يفعل ذنبا لا يغفر " جس نے مسلمانوں میں سے کسی یتیم کو اپنے کھانے اور پینے میں شریک کر لیا ہو، تو اللہ تعالی اسے ضرور جنت میں داخل فرمائیں گے، جب تک کہ وہ ایسا گناہ نہ کرے جسے معاف نہیں کیا جا سکتا اور جو گناہ معاف نہ ہو، وہ شرک ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ جس قوم کے ساتھ اس کے پیالے میں کوئی یتیم شریک نہ ہو تو شیطان اس پیالے سے قریب ہو جاتا ہے، چنانچہ جس دسترخوان پر شیطان نہ ہو اس پر اللہ کی رحمت نازل ہوتی اور فرشتے حاضر ہوتے ہیں، دوسری حدیث میں ہے سب

سے بہترین گھر وہ ہے جس میں ایک یتیم ہو اور اس کے ساتھ اکرام کیا جاتا ہو، بہترین گھر ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جو محفوظ اور مامون ہو، اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے" واللّٰہ جعل لکم من بیوتکم سکنا" اور اللہ ہی تمہارے لیے تمہارے گھروں کی وجہ سے سکون بنایا۔ (سورۃ النحل)

جو گھر صحیح بڑا اطمینان بخش ہو، اگر چہ وہ پھونس کا گھر ہو، اور چھوٹا ہی کیوں نہ ہو، جیسا کہ وہ امن والا گھر، جس میں گھر والے امن سے ہوں، یہ گھرانے نیک بخت ہیں، اور اس نیک بختی کو حاصل کرنے کا سب سے زیادہ آسان اور بسیط طریقہ یہ ہے کہ گھر میں کوئی یتیم ہو، جس کا اکرام کیا جاتا ہو، حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سب سے برا گھر وہ ہے جس میں کوئی یتیم ہو، اور اس کے ساتھ برا معاملہ کیا جاتا ہو۔

چنانچہ یتیم کی مزید فضیلت یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب سے پہلے جنت میں میں داخل ہوں گا؛ لیکن مجھ سے پہلے وہ عورت جائے گی جس کا شوہر وفات پاچکا ہو جس کی وجہ سے اس کا بچہ یتیم ہو گیا ہو پھر اسے نکاح کا پیغام دیا جائے اور عرب میں اسلام سے پہلے بھی اور بعد میں بھی بیواؤں کو عام مطلقہ عورتوں کے مقابلہ میں زیادہ مرغوب پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا، اس کی وجہ یہ تھی کہ اس کے ساتھ رحم و کرم کا معاملہ کیا جائے اور جب کوئی بیوہ عورت ایسی ہو جس کا شوہر مر گیا ہو اور اس کا بچہ ہو، پھر اس عورت کو کوئی نکاح کا پیغام دے اس پر یہ عورت یہ کہہ کر انکار کر دے کہ میں اپنے لڑکے کی پرورش کرنا چاہتی ہوں؛ کیونکہ اس میں لڑکے کی حفاظت وصیانت اور تعلیم وتربیت کا اچھا اہتمام ہوگا، اس لیے کہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ جب کوئی مرد کسی ایسی عورت سے شادی کرتا ہے جس کے پہلے بچے ہوتے ہیں تو وہ مرد اس کے بچے کو تنگی میں ڈالتا ہے اور عورت بھی شوہر کے پہلے بچوں کے ساتھ یہی رویہ اختیار کرتی ہے، اور ایک تاریخی حقیقت ہے۔

چنانچہ اسی عورت کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ جنت میں جائے گی، ایک دوسری حدیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "من مسح رأس یتیم لم یمسحه الالله کان له بکل شعرة مرت علیها یده حسنات ومن أحسن إلی یتیمة أو یتیم عنده کنت أنا وهو فی الجنة کهاتین وفرق بین اصبعیه السبابة والوسطی " جس نے اللہ کے لیے کسی یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرا تو اس کے لیے ہر بال کے بدلے جو اس کے ہاتھ کے نیچے آئے نیکیاں ہیں اور جس نے کسی یتیم بچہ یا بچی کے ساتھ جو اس کے پاس ہے حسن سلوک کیا تو میں اور وہ جنت میں اس طرح ہوں گے، اور اپنی دونوں انگلیوں سبابہ اور وسطی کو جدا کیا، ایک حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "من مسح علی رأس یتیم لوجه الله کتب له فی کل شعرة حسنةً " جس نے کسی یتیم کے سر پر اللہ کی خوشنودی کے لیے ہاتھ پھیرا تو اس کے نامہ اعمال میں ہر بال کے بدلے ایک نیکی لکھی جاتی ہے۔

ایک شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی قساوت قلبی کی شکایت کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے ارشاد فرمایا "اتحب ان یلین اللہ قلبك وتدرك حاجتك قال نعم امسح علی رأس یتیم " کیا تم چاہتے ہو کہ تمہارا دل نرم ہو جائے اور تم اپنی ضرورت کو پالو، اس نے عرض کیا جی ہاں! یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کسی یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرو۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قسم ہے اس ذات پاک کی جس نے مجھے حق کے ساتھ مبعوث فرمایا، اللہ تعالی قیامت کے روز اس شخص کو عذاب نہیں دے گا، جس نے یتیم پر رحم کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا" اِیَّاکُمْ وبکاء الیتیم فانه یسری فی اللیل والناس نیام " یتیم کے رونے سے بچو اس لیے کہ وہ رات میں چلتا ہے اور لوگ سورہے ہوتے ہیں، یعنی اس کے رونے کی آواز اللہ عزوجل کی بارگاہ میں پہنچائی جاتی ہے۔

یہ بہت بڑی مصیبت ہے، لہٰذا ضروری ہے کہ ہم گناہوں کو مٹائیں یتیموں کے ساتھ حسن سلوک، جودوسخا اور اچھے معاملات کر کے خواہ وہ

ہمارے پاس ہوں یا کسی غیر کے پاس ہوں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یتیموں کے مسائل کو شریعت کا جز قرار دیا ہے، اور اس دین میں عبادت کا وسیع باب بتلایا ہے، جس کی وجہ سے ہم کہہ سکتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو مصیبت برداشت کرنے اور نعمت الٰہی پر شکر خدا کرنے کا حکم دیا ہے۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا فقیروں اور غریبوں کی مدد کرو کیونکہ قیامت کے دن ان کی ایک حکومت ہوگی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم مزید فرماتے ہیں تمہیں صرف تمہارے فقیروں اور غریبوں کی وجہ سے رزق دیا جاتا ہے اور تمہاری مدد کی جاتی ہے۔

ہمیں اس واقعہ سے عبرت حاصل کرنی چاہئے کہ اللہ تعالی نے ایک عورت کے تمام گناہوں کو ایک کمزور کتے پر رحم کرنے کی وجہ سے معاف کر دیا؛ کیونکہ اس نے ایک کمزور کتے کو کنواں سے پانی نکال کر پلایا تھا، جب کہ شدت پیاس کی وجہ سے کنوئیں کے پاس ہی زمین کو چاٹ رہا تھا لیکن کنواں سے پانی پینا اس کے لیے دشوار تھا، تو کیوں نہ ہم یتیموں اور مسکینوں، کمزوروں اور قیدیوں کی مدد کریں اللہ تعالی ہم سب کو صحیح راستے کی طرف ہدایت فرمائے۔

صحابہ کرام سے لے کر آج تک اسلامی معاشرہ نے اس تعلیمات پر عملی مثالیں پیش کی ہیں، صحابہ کرام اور صحابیات رضی اللہ عنہم یتیم بچوں اور بچیوں کی کفالت کیا کرتے تھے اور انہیں اپنے گھر میں ضم کر لیا کرتے تھے، چند کفالت کرنے والے صحابہ وصحابیات کے نام بطور مثال درج کیے جاتے ہیں۔

حضرت ابوبکر صدیق، رافع بن خدیج، نعیم بن ہزال، قدامہ بن مظعون، ابوسعید خدری، ابومحذورہ، ابوطلحہ، عروہ بن زبیر، سعد بن مالک انصاری، اسعد بن زرارہ، عائشہ بنت ابوبکر صدیق، ام سلیم، زینب بنت معاویہ رضی اللہ عنہم اور ان کے علاوہ بھی بہت سے صحابہ وتابعین رضوان اللہ علیہم بھی پرورش کیا کرتے تھے۔

اسی طرح قدیم اور جدید زمانے میں مسلمانوں نے اجتماعی اور انفرادی طور پر یتیموں کی کفالت کی طرف توجہ کی ہے، جیسا کہ مسلسل اسلامی حکومتوں کے امراء اور شرفاء اور مالدار حضرات یتیموں کی خاطر بہت مال وجائیداد وقف کی ہے، اسلامی ممالک کے بادشاہوں کے زمانے کے اوقاف کے دستاویزات میں سے کسی دستاویز میں یہ حکم دستیاب ہوا ہے "أن يكسى كل من الأيتام المذكورين في فصل الصيف قميصا ولباسا وقبعا ونعلاً وفي رجليه وفي الشتاء مثل ذلك ويزاد عليه جبة محشوة بالقطن" تمام مذکورہ یتیموں کو گرمی کے موسم میں قمیص، قبہ اور اس کے دونوں پیروں میں جوتے پہنائے جائیں اور اسی طرح سردی کے موسم میں اور مزید اون سے بنے ہوئے جبہ کی زیادتی کی جائے، اسی طرح سلطان صلاح الدین ایوبی کے کارناموں میں ہے کہ انہوں نے حکم دیا تھا کہ مکاتب کی تعمیر کی جائے اور ان میں کتاب اللہ کی تعلیم کے لیے معلمین رکھے جائیں جو اس میں یتیموں کو تعلیم دے سکیں، انہیں معقول تنخواہیں دی جائیں، جو ان کے لیے کافی ہوں، جیسا کہ سیاح ابن جبیر نے اپنی دمشق کے سفرنامے میں ذکر کیا ہے، کہ انہوں نے یتیموں کی ایک بڑی قیام گاہ کا مشاہدہ کیا جس کے لیے بہت ساری جائیداد وقف کی گئی تھی، معلم ان کی خاطر اس سے لیتا اور اس سے ان کی دیکھ ریکھ کرتا اور ان کے کپڑے اور دیگر ضروریات کے لیے ان پر خرچ کرتا، جیسا کہ بیبرس نے اپنے مدرسہ کے پڑوس میں ایک مکتب قائم کیا تھا اور اس میں خاص طور سے یتیموں کے لیے روزآنہ روٹی اور موسم گرما اور موسم سرما میں کپڑے وغیرہ کا انتظام کیا تھا، مزید ان کے لیے تعلیم کے متعلق ضروریات قلم روشنائی، تختی وغیرہ کا بھی وافر مقدار میں انتظام کیا تھا۔

یتیموں کی کفالت کی فضیلت واہمیت بیان کرنے کے بعد ہم ایک اہم نکتہ کی طرف اشارہ کرنا چاہتے ہیں اور وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یتیمی ہے اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت سازی، اور اس یتیمی نے ان کی نبوی زندگی میں جو اہم رول ادا کیا اور آپ کا پوری

انسانیت کے لیے رحم دل وشفیق ہونا، اس مہتم بالشان پہلو پر روشنی ڈالنا چاہیں گے اور سب سے اہم اور قابل ذکر بات یہ ہے کہ اللہ تعالی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یتیمی کا تذکرہ کیا ہے، پھر قرآن کریم پڑھنے والوں کے لیے چھوڑ دیا ہے، کہ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یتیمی کو قرآن مجید کے اسلوب بیان سے تلاش کرے اس کے بعد ارشاد فرمایا"فَأَمَّا الْيَتِيمَ فَلَا تَقْهَرْ". (سورہ الضحیٰ ۹)

اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یتیم تھے اور اس میں شک نہیں کہ جس یتیمی سے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا سامنا ہوا وہ پے در پے یتیمی تھی یعنی وہ والد محترم سے یتیمی، رضاعت سے یتیمی والدہ ماجدہ سے یتیمی اور دادا محترم سے یتیمی ہے، لہٰذا اسی یتیمی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پوری انسانیت کے لیے تیار کر دیا تھا، تاکہ تمام یتیم، کمزور اور مساکینوں کے لیے آپ کی ذات سکون واطمینان اور حضانت کا ذریعہ بنے۔

بنی عبدالمطلب کا یتیم:

اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا"أَلَمْ يَجِدْكَ يَتِيماً فَآوىٰ". کیا اللہ تعالی نے آپ کو یتیم نہیں پایا تھا، پھر آپ کو ٹھکانہ عطا کیا۔

بلاشبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یتیمی مرکب، متعدد، پے در پے مسلسل اور رب العالمین کی طرف سے مقصود ومطلوب تھی، اس لیے کہ اس کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو رسالت ونبوت اور گردش زمانہ اور حادثات وواقعات کے لیے تیار کرنے میں اہم رول ہے جن سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سامنا ہوا یا پھر ان حادثات کے لیے تیار کرنا تھا جو ولادت سے لے کر بعثت تک پیش آئے لیکن یہ تمام پریشانیاں اور مصائب وآلام، یتیمی وفقر وفاقہ کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس عظیم ذمہ داری کے لیے تیار کرنے میں ایک اہم کردار رکھتی ہیں۔

چنانچہ کوئی بھی یتیم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی یتیمی کی طرح نہیں ہوسکتا؛ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد محترم اس وقت وفات پا چکے تھے، جب وہ رحم مادر میں تھے اور یہ پہلی یتیمی تھی پھر ان کی ولادت کے بعد ہی ایک اور یتیمی کا اضافہ ہو گیا یعنی وہ اپنی ماں کے دودھ پینے سے محروم ہو گئے اور ایک شیر خوار بچہ کا اپنی ماں کے دودھ سے محروم ہونا ایک عجیب وغریب اور متاثر کن یتیمی ہے، اس لیے کہ ولادت صرف ماں بننے کا نام نہیں ہے بلکہ ماں بننا ولادت اور دودھ پلانے ہی کا نام ہے اس لیے اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا ہے"والوالدات يرضعن اولادهن" (بقرہ ۲۳۳) اور بچے والی عورتیں دودھ پلاویں اپنے بچوں کو۔

چنانچہ جو اپنے بچہ کو دودھ نہ پلائے وہ ماں نہیں ہے؛ بلکہ صرف جننے والی عورت ہے، اور یہ ان کی دوسری یتیمی ہوئی، رضاعت کی حالت کی طرح اور کوئی ایسی حالت نہیں ہے جو ایک بچہ کو اس کی ماں سے منسلک رکھے، اللہ تعالی ارشاد فرماتا ہے" وامهاتكم اللاتي ارضعنكم" (سورہ نساء ۲۱) اور تمہاری وہ مائیں جو تمہیں دودھ پلائیں۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عاصم بن عمرو سے فرمایا تھا جب انہوں نے اپنی بیوی سے بچہ کے سلسلے میں مخاصمت کی تھی کہ "دعه لها فإن مسها ومسحها وريحها خير له من المسك عندك" اس بچہ کو اسی کے پاس چھوڑ دو اس لیے کہ اس کی ماں کا چھونا، ہاتھ پھیرنا اور اس کی خوشبو اس بچہ کے لیے تمہارے پاس مشک وعنبر سے بہتر ہے، ماں کی گود اس کے بچوں کے لیے اور اس کی خوشبوؤں کا سونگنا اور اپنی ماں کو اس کی خوشبو سے پہچاننا، تمام مخلوقات کی خصوصیت اور شان ہے۔

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں نے اپنے رب سے ایسا سوال کیا کہ کاش کہ میں سوال نہ کرتا، میں نے عرض کیا کہ اے میرے پروردگار مجھ سے پہلے جو انبیاء تھے ان میں سے کسی کے لیے ہوا مسخر تھی، کسی کے لیے مردہ زندہ ہو جاتے تھے، اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا ہے: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیا میں نے آپ کو یتیم نہیں پایا تھا پھر میں آپ کو پناہ دی، میں نے کہا کیوں نہیں اے میرے پروردگار، پھر اللہ تعالی نے فرمایا کیا میں نے آپ کو بھٹکا ہوا نہیں پایا تھا، تو راہ دکھائی، میں نے عرض کیا کیوں نہیں اے میرے پروردگار! پھر ارشاد ہوا کیا میں نے آپ کو ہر چیز سے

افضل عطانہیں کیا، کہ میں نے اپنے ساتھ تمہیں بھی یاد کرتا ہوں اورتمہاری امت کے سینے کو اناجیل بنایا ہے کہ وہ قرآن کی تلاوت کرتے ہیں، اورکسی امت کو یہ عطانہیں کیا اور میں نے آپ کو اپنے عرش کےخزانوں میں سےایک خزانہ دیاوہ"لاحول ولاقوة إلا بالله العلي العظيم".

قال الله عزوجل"هذا البلاء رحمة" اللہ تعالی نے ارشادفرمایا کہ یہ آزمائش رحمت ہے۔

"فبما رحمة من الله لنت لهم ولو كنت فظا غليظاً القلب لنفضوا من حولك". (سوره آل عمران ۱۵۹)

خداہی رحمت کے سبب آپ ان پر نرم رہے، اوراگر آپ تندخو، سخت طبیعت ہوئے تو یہ آپ کے پاس سے منتشر ہوجاتے۔

مختصر یہ ہے کہ گردش ایام کے ایسے تجربے سے جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کواس طرح نرم خواورنرم دل بنادیا کہ آپ سے اسلام سے پہلے کی عرب کی سخت مزاجی ختم ہوگئی، جس نرمی اورحسن سلوک کو آپ کے علاوہ کوئی نہیں پاسکتا اس میں کئی اسباب محرکات ہیں؛ لیکن سب سے بڑی آزمائش یتیمی ہے، جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم چارمرتبہ دوچار ہوئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے نفس کی خاطر کسی سے انتقام نہیں لیا، حتی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کی قوم نے کس طرح تکلیف پہنچائی، اذیت دی اورکس طرح اہل مکہ نے آپ کے اورآپ کے اصحاب کے ساتھ حسن سلوک کیا، چنانچہ یہ یتیمی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور پوری انسانیت کے لیے رحمت بن گئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قوم کی گالیوں کومسکراکر معاف کردیا کرتے تھے، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بڑی حسنات میں سے آپ کی بشریت ہے، جس سے اوپر کی بشریت کی تصورنہیں کیا جاسکتا۔

❁❁❁❁

غـــزل

بہار خلد کی نعمت پہ تم نظر رکھنا
خدا کے ذکر سے اپنی زبان کو تر رکھنا
کسی سے ملنا ملانا کوئی برا تونہیں
بری ہے بات کسی پر بری نظر رکھنا
جو راہبر نظرآتے ہیں راہزن ہیں وہی
بچاکے ان کی نگاہوں سے مال وزر رکھنا
یہ خار زار سراسر یہ زندگی کا سفر
ڈگرڈگر پہ قدم پھونک پھونک کر رکھنا
خدائے پاک ہے روزی رساں زمانے کا
کسی امیر کے درپر نہ اپنا سر رکھنا
نہ کرنا کام کوئی شرک کا کبھی سالکؔ
کبھی قدم نہ جہنم کی آگ پر رکھنا

سالک بستوی
مقام غوری، پوسٹ بجہا بازار
ضلع سدھارتھ نگر (یوپی)

گزارش

ماہنامہ نقوش اسلام ایک دینی ،دعوتی تاریخی معلوماتی ادبی اوراصلاحی رسالہ ہے، اسے خودبھی پڑھئے اوراپنے زیادہ سے زیادہ احباب کوبھی اس کے پڑھنے کی ترغیب دیجئے،اس کی سال بھرکی ممبری فیس صرف ۱۰۰روپیہ ہے۔ (ادرہ)

مکتوبات اکابر

مکتوبات حضرت شیخ الحدیث مولانا نصیر احمد خان صاحب ایک نیازمند کے نام

محمد مسعود عزیزی ندوی رئیس مرکز احیاء الفکر الاسلامی

دارالعلوم دیوبند کے شیخ الحدیث اور نائب مہتمم حضرت مولانا نصیر احمد خان صاحب کے نام و شخصیت سے واقفیت مدرسہ فیض ہدایت رحیمی رائے پور میں ہوئی، جہاں پر تمام اکابرین کی خدمت میں خطوط لکھنے اور ان سے دعائیں حاصل کرنے کا جذبہ و شوق پیدا ہو گیا تھا، حضرت شیخ سے بھی اسی وقت واقفیت حاصل ہوئی، چنانچہ جہاں بہت سے بزرگوں اور اہل علم حضرات کی خدمت میں دعاؤں کے لیے خطوط لکھے، وہیں حضرت شیخ الحدیث کی خدمت بابرکت میں بھی تحریر کئے اور حضرت شیخ کی طرف سے بھی اہتمام کے ساتھ تقریباً تمام ہی خطوط کے جوابات اس نامہ سیاہ کو موصول ہوئے، جس سے حضرت شیخ کی ذہنی وسعت اور اپنے چھوٹوں پر ان کی شفقتوں اور توجہات کا پتہ چلتا ہے، جو اس راقم آثم کے لیے بھی بڑی سعادت مندی اور خوش قسمتی کی بات ہے۔

حضرت شیخ کے آٹھ خطوط کے جوابات اس وقت اس نامہ سیاہ کے پاس محفوظ ہیں، جن کو اپنے لیے سرمایہ افتخار و سعادت سمجھ کر نقل کیا جارہا ہے، چنانچہ سب سے پہلے حضرت شیخ کی خدمت میں رائے پور سے ایک خط لکھا جس میں اپنا تعارف کرایا، اور مدرسہ فیض ہدایت رحیمی میں تعلیم حاصل کرنیکی اطلاع دی اور حضرت شیخ سے اپنی محبت کا اظہار کیا، نیز دعاؤں کی درخواست کی، جس پر حضرت شیخ کا یہ جواب شرف صدور لایا:

۱- باسمہ تعالی

از دارالعلوم دیوبند

مکرمی و محترمی! السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید کہ مزاج بعافیت ہوں گے، گرامی نامہ نظر نواز ہوا، یاد فرمائی کے لیے شکر گذار ہوں، یہ آپ کی دارالعلوم دیوبند سے محبت و عقیدت کی بات ہے، کہ آپ نے یاد فرمایا۔

دعاء گو ہوں کہ خدائے تعالی آپ کو اپنی رحمتوں سے نوازے، صحت و عافیت سے رکھے، اور خداوند کریم اپنی مرضیات پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

امید کہ آپ بھی دعوات صالحہ سے فراموش نہ فرمائیں گے۔ والسلام

۱۴۱۴/۶/۱۴ھ نصیر احمد

نائب مہتمم دارالعلوم دیوبند

اس کے تقریباً چھ ماہ بعد جب احقر مدرسہ ضیاء العلوم میدان پور رائے بریلی میں زیر تعلیم تھا، تو ایک خط حضرت شیخ کی خدمت بابرکت میں تحریر کیا، اپنے لیے دعاؤں کی درخواست کی اور تعلیمی شوق و دلچسپی کی جو کیفیت بندہ پر طاری تھی اس کے متعلق تحریر کیا، جس پر حضرت شیخ کا یہ محبت آمیز جواب موصول ہوا:

۲- ۷۸۶

محترمی مکرمی زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

گرامی نامہ موصول ہو کر کاشف حالات ہوا، دعاء کرتا ہوں حق تعالی آپ کے جملہ مقاصد کو پورا فرمائیں، تحصیل علم میں دلچسپی اور شوق میں ترقی عطا فرما کر علم و عمل کی دولت سے مالا مال فرمائیں۔

اور سنت کے مطابق زندگی گزارنے کی توفیق مرحمت فرمائیں، اور دین کی اشاعت و تبلیغ کے لیے منتخب فرمائیں۔ آمین ثم آمین

اپنی دعاؤں میں بندہ کوضرورشامل فرمائیں۔والسلام

۱۵/۱/۱۴۱۵ھ نصیراحمد

اس کے بعد پھر ایک خط رائے بریلی ہی سے حضرت شیخ کی خدمت میں ارسال کیا، جس میں اپنی کتاب ''مختصر تجوید القرآن'' کا تذکرہ کیا، جواس وقت چھپی نہیں تھی، اس کی طباعت ومقبولیت کے لیےبھی دعاءکی درخواست کی، جس پرحضرت کا یہ جواب ملا:

۳- باسمہ تعالی

از دارالعلوم

مکرمی ومحترمی سلام مسنون!

گرامی نامہ نظرنواز ہوا، فن تجوید پرکتاب کے بارے میں علم ہوکر خوشی ہوئی، خداوندکریم آپ کی محنت کوقبولیت عطا فرمائے، اوردارین میں اپنی رحمتوں اورنعمتوں سے سرفراز فرمائے۔آمین

امید کہ آپ بھی دعوات صالحہ سےفراموش نہ فرمائیں گے۔والسلام

نصیراحمد

نائب مہتمم دارالعلوم دیوبند

پھر جب یہ ناکارہ دارالعلوم ندوۃ العلماءلکھنؤ میں داخل ہواتو وہاں سے حضرت شیخ کی خدمت میں ایک عریضہ تحریرکیا، جس میں ندوہ میں داخلہ اوروہاں تعلیم کی کیفیت ومشغولیت کے بارے میں لکھا اور درس وتدریس کے شغل میں مشغول ہونے کے لیےاوراستقامت کے لیے دعاءکی درخواست کی اور حضرت کی خیریت معلوم کی جس پرحضرت والا کا یہ مندرجہ ذیل جواب آیا:

۴- ۷۸۶

از دارالعلوم دیوبند

مکرمی ومحترمی سلام مسنون!

مکتوب نظرنواز ہوا، خیروعافیت معلوم ہوکرمسرت ہوئی ، دعاء گوہوں کہ خدائے رب العزت آپ کومستقل مزاجی کے ساتھ دین کی خدمت کے لیے توفیق عطا فرمائیں اوردرس وتدریس کے تعلق سے اللہ تعالی کی مدد آپ کے ساتھ شامل رہے، آمین

یہاں دارالعلوم میں سب خیریت ہے، بندہ بھی ویسے تو خدا کا شکر ہے کہ بعافیت ہے؛لیکن ادھرسال گزشتہ سے کچھ امراض لاحق ہوگئے ہیں، دارالعلوم اوراس خادم دارالعلوم کودعوات صالحہ سے فراموش نہ فرمائیں۔والسلام

نصیراحمد

نائب مہتمم دارالعلوم دیوبند

چندماہ بعدحضرت والا کی خدمت میں ایک خط تحریرکیا، جس میں اپنے لیے دعا کی درخواست کی اوراسی وقت راقم کی کتاب ''مختصر تجوید القرآن'' چھپ کرآئی تھی، جس پربعض محبین نے مطالبہ کیا تھا کہ مبتدی بچوں کے لیے بھی ایک کتاب لکھی جائے، چنانچہ اسی وقت ''بچوں کی تمرین التجوید'' کے نام سے ایک کتاب لکھی، ان دونوں کتابوں کی مقبولیت کے لیے بھی دعاؤں کی درخواست کی تھی، نیز یہ بھی تحریرکیا تھا کہ انشاءاللہ سالانہ امتحان کی چھٹیوں میں دیوبند ملاقات کے لیے حاضر ہونا چاہتا ہوں، جس پر حضرت والا کا یہ گرامی نامہ معزز وممتاز فرما کرموصول ہوا:

۵- ۷۸۶

از دارالعلوم دیوبند

مکرمی ومحترمی سلام مسنون!

امید کہ مزاج بعافیت ہوں گے، یادفرمائی کے لیے شکرگزار ہوں، اوردعاءگوہوں کہ خداوندکریم آپ کواپنے فضل وکرم سے نوازے، اوراپنی مرضیات پرچلنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

جب موقع ہوآپ تشریف لائیں، ملاقات کی مسرت حاصل ہوگی، تجوید سے متعلق دونوں کتب کی مقبولیت کے بارے میں معلوم ہوکر خوشی ہوئی ، اللہ تعالی قبول فرمائے، اورطلبہ عزیز کے لیے استفادہ کا ذریعہ بنائے۔آمین

امید کہ دعوات صالحہ سے فراموش نہ فرمائیں گے۔والسلام

۶/۶/۱۴۱۶ھ نصیراحمد

نائب مہتمم دارالعلوم دیوبند

اس خط کے ایک ڈیڑھ ماہ بعد پھر حضرت شیخ کو ایک خط تحریر کیا، جس میں اپنے تعلیمی منصوبے تحریر کئے، اور ان کے پایہ تکمیل تک پہنچنے کے لیے دعاؤں کی درخواست کی، اور اس وقت راقم کی کتاب ''بچوں کی تمرین التجوید'' زیر تصنیف تھی، اس کی تکمیل اور مقبولیت کے لیے بھی دعاؤں کی درخواست کی جس پر یہ گرامی نامہ موصول ہوا:

۶- باسمہ تعالی

مکرمی ومحترمی سلام مسنون!

امید کہ مزاج بعافیت ہوں گے، گرامی نامہ باعث مسرت ہوا، دعا ہے کہ خدائے عزوجل آپ کے ارادہ کو پورا فرمائے اور مذکورہ کتاب بعد تکمیل استفادہ عام کا ذریعہ بنے۔ آمین

امید کہ دعوات صالحہ سے فراموش نہ فرمائیں گے۔ والسلام

۲۵/۷/۱۴۱۶ھ نصیر احمد

نائب مہتمم دارالعلوم دیوبند

تقریباً ۸/ماہ بعد پھر حضرت شیخ کو ایک خط لکھا، جس میں اپنے تعلیمی حالات لکھے اور معلوم نہیں اس وقت کیسے حجاز مقدس کے سفر کا پروگرام ذہن میں آ گیا کہ رمضان میں عمرہ کے لیے حجاز کے سفر کا ارادہ ہے، جس کے لیے دعاء کی درخواست کی، تو حضرت شیخ کا یہ مکتوب گرامی موصول ہوا:

۷- باسمہ تعالی

از دارالعلوم دیوبند

مکرمی ومحترمی سلام مسنون!

امید کہ مزاج بعافیت ہوں گے، مکتوب موصول ہو کر حالات کا علم ہوا، دعاء گو ہوں کہ خداوند کریم اپنے فضل وکرم سے آپ کو مقاصد حسنہ میں کامیابی عطا فرمائے، اس سال حجاز کے سفر سے متعلق معلوم ہو کر مسرت ہوئی، خداوند کریم اپنے فضل سے مدد فرمائے اور قبولیت عطا فرمائے۔ آمین

بحمد اللہ یہاں خیریت ہے، دعا فرماتے رہیں۔ والسلام

۲۶/۴/۱۴۱۷ھ نصیر احمد

نائب مہتمم دارالعلوم دیوبند

اس کے تین ماہ بعد رجب میں پھر حضرت کی خدمت میں ایک عریضہ تحریر کیا، جس میں سالانہ امتحان کے عافیت کے ساتھ ہونے اور امتحان میں کامیابی کے لیے دعاء کی درخواست کی، اور جملہ احوال سے حضرت شیخ کو مطلع کیا، جس پر حضرت کی جانب سے یہ معزز نامہ موصول ہوا:

۸- باسمہ تعالی

از دارالعلوم دیوبند

مکرمی ومحترمی سلام مسنون!

امید کہ مزاج بعافیت ہوں گے، یاد فرمائی کے لیے شکر گزار ہوں، اور دعاء گو ہوں کہ خداوند کریم آپ کو امتحان میں کامیابی عطا فرمائے، نیز دین کی خدمت کا زیادہ سے زیادہ موقعہ عطا فرمائے اور دارین میں اپنی نعمتوں سے نوازے، آمین

امید کہ مزاج بعافیت ہوں گے، دعوات صالحہ سے فراموش نہ فرمائیں۔ والسلام

۲۹/۷/۱۴۱۷ھ نصیر احمد

نائب مہتمم دارالعلوم دیوبند

اس کے بعد یاد نہیں کہ حضرت شیخ کو کوئی خط لکھا یا نہیں، میرے کاغذات میں یہی آٹھ خطوط محفوظ تھے جو یہاں نقل کر دئے، البتہ حضرت شیخ سے ملاقات کی ایک خواہش تھی، جو دل میں انگڑائیاں لیتی رہی، مگر ''کل شئی مرھون لوقتہ'' کے پیش نظر اس کا موقعہ ۱۱/شعبان ۱۴۲۸ھ مطابق ۲۵/اگست ۲۰۰۷ء بروز سنیچر اس وقت آیا، جب نامہ سیاہ حضرت شیخ سے ملاقات کے لیے دیوبند گیا، گذشتہ چند ماہ سے حضرت شیخ سے ملاقات کا اشتیاق بہت بڑھ گیا تھا، اس روز یہ تمنا پوری ہوئی اگر چہ ملاقات بہت مختصر ہوئی جو صرف مصافحہ، خیریت وعافیت اور دعاء کی درخواست تک ہی محدود رہی، مگر راقم کو سکون

حاصل ہوگیا، دوپہر میں حضرت شیخ کی قیام گاہ پر پہنچے تو شیخ آرام فرمارہے تھے، اپنی بعض کتابیں حضرت کے گھر پہونچادیں، معلوم ہوا کہ ظہر کی نماز میں بیدار ہوں گے، چنانچہ ظہر پڑھ کر پھر دستک دی، تو حضرت شیخ نکل کر آئے اور ملاقات ہوئی، وہ چونکہ حضرت کی علمی مصروفیت کا وقت تھا، اس لیے وہ فوراً اندر چلے گئے، اور یہ راقم خوشی خوشی اپنے دوسرے کاموں میں مصروف ہوگیا، اس طرح حضرت شیخ سے لمبے عرصے سے ملاقات کی تمنا پوری ہوئی، اللہ تعالی بزرگوں اور اپنے مقبول بندوں کی زیارت کو آخرت میں کامیابی کا ذریعہ بنائے، اور اپنے پاک لوگوں کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

نقوش اسلام کی ڈاک

مکرمی ومحترمی جناب مولانا محمد مسعود عزیزی ندوی حفظ اللہ

چیف ایڈیٹر ماہنامہ نقوش اسلام مظفرآباد

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خیریت طرفین نیک مطلوب۔

بعد گلہائے عقیدت کے راز دل اینکہ گلستان علم وادب کے رنگا رنگ اوراچھوتے پھولوں کا تروتازہ اورشاداب گلدستہ ''نقوش اسلام'' ہدست ہوکر کاشف احوال ہوا، اللہ تعالی نے آپ کو بہترین اور عمدہ صلاحیتوں سے نوازا ہے، متعدد دینی وعلمی خدمات اورقرآن وحدیث کی اشاعت اور تبلیغ اسلام کے جوامور آپ انجام دے رہے ہیں وہ آفتاب نصف النہار کی طرح آشکارا ہے۔

ہم دل کی گہرائی سے ''نقوش اسلام'' کا خیرمقدم کرتے ہیں اور اللہ تعالی سے عمرنوح عطافرمانے اورنظر بد سے بچانے کی دعا کرتے ہیں۔ آپ کا خیراندیش

سالک بستوی

خادم جامعۃ الاصلاح غوری

بجہا بازار، ضلع سدھارتھ نگر (یوپی)

مولانا قاری مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی کی

اہم تصانیف

۱- مختصر تجوید القرآن (بروایت حفص اردو)
۲- بچوں کی تمرین التجوید (تجوید کے قوائد، مشق اورطریقہ تدریس اردو)
۳- جیب کی تجوید (تجوید کے ضروری قواعد کا پاکٹ سائز مجموعہ)
۴- ریاض البیان فی التجوید القرآن (بروایت حفص عربی)۔
۵- رہنمائے طریقت (شریعت وطریقت، تصوف وسلوک اوراخلاق حمیدہ ورذیلہ)
۶- مراجع الفقہ الحنفی ومیزاتہا (فقہ حنفی کے مراجع اوران کی خصوصیات، عربی)
۷- الامامۃ فی الصلاۃ مسائلہا واحکامہا (امامت کے مسائل واحکام، عربی)
۸- التدخین بین الشرع والطب (تمباکو ونشہ آور چیزیں شریعت وطب کی روشنی میں، عربی)
۹- حیات عبدالرشید (حضرت رائے پوری کے خلیفہ حضرت حافظ عبدالرشید صاحب رائے پوریؒ کی سوانح حیات)
۱۰- سیرت مولانا محمد یحییٰ کاندھلویؒ (حضرت شیخ مولانا محمد زکریا صاحب کے والد ماجد کی سوانح حیات)
۱۱- تذکرہ مولانا سید محمد میاں دیوبندیؒ (مولانا محمد میاں شیخ الحدیث مدرسہ امینیہ دہلی وناظم اعلی جمعیۃ علماء ہند کے حالات زندگی اورکارنامے)
۱۲- تذکرہ حکیم الامت حضرت تھانویؒ (مولانا اشرف علی تھانوی کے مختصر حالات زندگی)
۱۳- تذکرہ علامہ سید سلیمان ندویؒ (علامہ ندویؒ کے مختصر حالات زندگی)
۱۴- تذکرہ حضرت مدنی (حضرت سید حسین احمد مدنی کے مختصر واہم حالات)
۱۵- چند مایہ ناز اسلاف قدیم وجدید (چودہ بزرگوں کے حالات)
۱۶- مقالات ومشاہدات (مختلف موضوعات پر تقریباً ۲۵ رمضامین کا مجموعہ)

ملنے کا پتہ

مرکز احیاء الفکر الاسلامی مظفرآباد، سہارنپور (یوپی)

طریق دعوت

حضرت یوسف علیہ السلام اوران کا اسلوب دعوت

مولانا انعام الرحمٰن مدرسہ فلاح المسلمین تیندوہ رائے بریلی

قرآن کریم میں حضرت یوسف علیہ السلام کے قصے کو ''احسن القصص'' فرمایا گیا ہے اور پوری سورت ہی اس داستان کو بیان کرنے کے لیے نازل کردی گئی ہے، اس طرح یکجا طور پر اتنی تفصیل سے کسی اور نبی کا واقعہ ہمیں قرآن میں نظر نہیں آتا، تقریباً ۳۲/ مقامات پر حضرت موسیٰ علیہ السلام اور قوم بنی اسرائیل کے واقعات بیان ہوئے ہیں؛ لیکن وہ بھی متفرق ہیں کہیں تھوڑا، کہیں زیادہ، کہیں مختصر اور کہیں قدرے تفصیل سے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کا واقعہ اور آپ کی سیرت طیبہ کے مختلف مراحل اور بچپن سے قدم قدم پر امتحانات اور آزمائشوں کا سلسلہ پھر ان آزمائشوں میں ثابت قدمی کے نتیجہ میں ترقیوں تک معراج اور بلندیوں تک پہنچنا، کامرانیوں اور سرفرازیوں کی چوٹیوں پر مثل شاہین بسیرا اوراذیت دینے والے برادران اور ستانے والے بھائیوں کو بدون بدلہ وانتقام لیے عفو ودرگزر کا پروانہ عطا کردینا اور انھیں تہہ دل سے بغیر پکڑ دھکڑ کے معاف کردینا، یہ اور اس طرح کے بہت سے اسرار ورموز و عبرت آموز واقعات ایسے ہیں جو یقیناً اہل ایمان کے لیے اضافہ ایمانی اور سکون قلب کا ذریعہ ہیں، زندگی کے نشیب وفراز اور گوناگوں انقلابات اور نامساعد حالات میں جس عزم واستقلال کا آپ نے مظاہرہ کیا وہ یقیناً حضرت یوسف علیہ السلام ہی کا حصہ تھا جوان کی مثالی وانفرادی خصوصیت کہی جاسکتی ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کا واقعہ عجائبات قدرت کا ایک مرقع اور کمالات الٰہی کا بہترین نمونہ ہے، جس معجزانہ اسلوب اور جس منفرد انداز سے یہ واقعہ بیان فرمایا گیا اور انسانی زندگی کے نشیب وفراز اور حیات فانی کے مدوجزر کو جس نفسیاتی طریقہ پر پیش فرمایا گیا اس اعتبار سے یہ یقیناً سب سے بہترین واقعہ ہے۔

اب دامن تحریر کو سمیٹتے ہوئے عنان قلم کو حضرت یوسف علیہ السلام کے دعوتی اسلوب کی طرف موڑتا ہوں '' نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ'' سے یہ داستان شروع ہوتی ہے اور '' یاصاحبی السجن أأرباب متفرقون خیرٌ أم الله الواحد القهار'' سے ان کی پیغمبرانہ دعوت کا آغاز ہوتا ہے، اور یہ بھی معلوم ہے کہ یہ خطاب قیدخانہ ہی کے دورفیقوں سے جو حضرت یوسف علیہ السلام کی سیرت وکردار سے متأثر ہوکر اپنے اپنے خوابوں کی تعبیر پوچھنے آئے تھے۔

یہ پہلا موقع ہے جس میں حضرت یوسف علیہ السلام دین حق کی دعوت وتبلیغ کرتے نظر آتے ہیں اور نبی کی حیثیت سے یہ ان کی پہلی دعوت ہے، اور یہیں سے وہ پیغمبرانہ شان سے اس حقیقت کا انکشاف کرتے رہے ہیں کہ میرا دین اور میری دعوت کوئی نئی نہیں ہے، بلکہ وہی سلسلہ ہے جس کی عظیم کڑی حضرت ابراہیم واسحاق ویعقوب علیہ السلام سے چلا آرہا ہے، دیکھتے ہی دیکھتے جیلخانہ کا سارا ماحول ان کی عقیدت مندی سے متأثر ہوجاتا ہے۔

اس واقعہ کی قدرے تفصیل کچھ یوں ہے کہ دوشاہی مقرب قیدی خواب دیکھتے ہیں اور عقیدت مندانہ حاضر ہوکر جویائے تعبیر ہوتے ہیں، موقع غنیمت سمجھ کر حضرت یوسف علیہ السلام درس توحید شروع کردیتے ہیں، البتہ جو مبلغ موقع محل کی رعایت نہ کرے، موقع سے

چوک جائے اور بے موقع اپنی راگنی شروع کردے، وہ بجائے مفید ہونے کے اکثر مضر ہوجاتا ہے بلکہ الٹا لوگوں کو متنفر کرکے چھوڑتا ہے، غور طلب امر یہ ہے کہ انہوں نے اپنی دعوت کا آغاز اس نقطہ سے کیا جہاں سے اہل حق کا راستہ اہل باطل کے طریقہ سے جدا ہوتا ہے، یعنی توحید کا برحق ہونا اور شرک کا باطل ہونا، دین کی تفصیلات میں جانے کا ابھی مرحلہ نہیں تھا، جس میں اشارہ ہے کہ دین حق کی دعوت مرحلہ وار ہونی چاہئے اور بنیادی اصول پہلے پیش کی جائیں، ان کی قبولیت کے بعد پھر تفصیلات میں جانے کا موقع آتا ہے۔

پھر یوسف علیہ السلام نے توحید وشرک کا یہ فرق ایسے معقول اور دلنشیں انداز میں پیش کیا کہ معمولی عقل اور سمجھ رکھنے والا بھی اسے محسوس کئے بغیر نہیں رہ سکتا ہے کہ ایک آقا کی غلامی بہتر ہے یا بہت سے آقاؤں کی؟ اور سارے جہاں کے آقاء کی بندگی بہتر ہے، اس کے بندوں کی بندگی؟۔

ان کا نفسیاتی لطیف پیرایۂ بیان بھی قابل دیدوشنید ہے کہ آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ اپنا دین چھوڑ کر برے مذہب میں آجاؤ، بلکہ ایک دل کش انداز میں فرماتے ہیں کہ یہ اللہ کا فضل وکرم ہے کہ اس نے ہمیں اپنا بندہ بنایا، کسی دوسرے کا بندہ نہیں بنایا، لیکن اکثر لوگ اس کا شکر ادا نہیں کرتے ہیں، آپ ان کے جھوٹے معبودوں پر کوئی ناروا تنقید نہیں کرتے ہیں کوئی دل آزاری کا کلمہ نہیں کہتے ہیں، بلکہ بڑے خوبصورت طریقہ سے صرف اتنا کہتے ہیں کہ تم جن کو زمین کا یا آسمان کا مالک، کسی کو دولت، صحت، بیماری کا داتا کہتے ہو ان کی پوجا کرتے ہو، یہ صرف نام ہی نام ہیں، ان کے پیچھے حقیقت کچھ نہیں ہے، اللہ تعالی نے اپنے سوا کسی کو بندگی کے لائق نہیں فرمایا۔

جب اپنے کار دعوت وسلطنت کو انجام دے چکے اور محسوس کیا کہ وقت موعود بہت قریب آچکا ہے، تو آپ نے حق سبحانہ تعالی کا شکر ادا کرتے ہوئے حسن خاتمہ کی یوں دعاء فرمائی" رب قد آتيتنى من الملك وعلمتنى من تأويل الاحاديث ، فاطر السموٰات والأرض انت ولى فى الدنيا والآخرة توفنى مسلما وألحقنى بالصالحين ".

اے اللہ آپ نے مجھے سلطنت عظمی عطا فرمائی اور خوابوں کی تعبیر اور رموز سکھلائے، گویا آپ نے ہر قسم کی دولت سے مالا مال فرمایا، گو اب آخری تمنا ہے، یعنی آپ سے ملاقات کا شوق اے اللہ اس تمنا اور آرزو کو بھی پورا فرما دیجئے۔

یہ کہتے ہوئے اپنے مالک حقیقی سے جا ملتے ہیں:" ان لله وانا اليه راجعون "

بلاشبہ آج کل کے داعیوں کے لیے حضرت یوسف علیہ السلام کے اسلوب دعوت میں بڑے اسرار ورموز اور حکم ومصالح ہیں، جنھیں اپنانے کی ضرورت ہے، تاکہ کار دعوت بہتر سے بہتر طریقہ پر انجام پا سکے اور اس کے اچھے نتائج وثمرات حاصل ہوسکیں، اللہ تعالی توفیق کی دولت سے نوازے۔(آمین)

رحمت خداوندی کا نزول

اللہ کی رحمت کا نزول اسی وقت ہوتا ہے جب کہ ملت کے ہر فرد میں ذمہ داریوں کا احساس، حالات کو سمجھنے اور اس کے مطابق جذبہ وشعور کے ساتھ کام کرنے کی صلاحیت اور دل سوزی وفکر مندی کا مظاہرہ ہو، جو کچھ ہو رہا ہے، اور اب واقعات کے طور پر جو کچھ پیش آرہا ہے، اس کا دھارا اس قدر تیز اور مشینری اس قدر چابک دست ہے کہ صاف نظر آرہا ہے، کہ اگر اجتماعی طور پر ملت اسلامیہ نے اس پر سنجیدگی اور دردمندی سے غور نہیں کیا تو مستقبل میں اس کا جو خمیارہ بھگتنا ہوگا، اس کا اندازہ نہیں کیا جاسکتا، اصل مسئلہ یہ ہے کہ آنے والے دنوں میں اس ملت کا اور اس کی نوجوان نسل کا تعلق اسلام اور اس کے بنیادی دینی عقائد سے باقی رہے گا یا نہیں؟۔

اس ملت کے لیے یہ بات مخصوص کی گئی ہے، کہ جب تک اپنی طرف سے محض اللہ تعالی کی رضا کی خاطر کام کا مظاہرہ نہیں ہوگا اس وقت تک اللہ کی رحمت نہیں آئے گی اور جب اللہ کی رضا کی خاطر کام کا مظاہرہ ہوگا تو ان کام کرنے والوں میں ایک غیر مرئی طاقت کا اضافہ کردیا جائے گا"يزدكم قوة الى قوتكم"(سوره هود ٥٢). حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی

مراحل زندگی

چوتھی قسط

روشن مستقبل کا جوان

ڈاکٹر سیف راشد جابری، دوبئی .... ترجمانی: مولانا عبدالحمید اطہر ندوی بھٹکلی

قرآن وحدیث کی روشنی میں ایمانی سفر:

چونکہ نوجوانوں میں اپنی قوم کو کچھ دینے کی صلاحیت رہتی ہے، اور جوانی قابل تعریف چیز ہے جیسا کہ گذشتہ صفحات سے معلوم ہو چکا، اسی لیے ہم تھوڑی دیر رک کر غور وخوض کریں کہ اللہ تعالی نے اپنی کتاب قرآن کریم میں صالح اور مومن نوجوان کی کیا مثال دی ہے، جو حق کی تلاش میں رہتا ہے، ایمان کے حصول کے لیے جدوجہد کرتا ہے، عمل صالح کے لیے سعی وکوشش کرتا ہے اور ضرورت پڑنے پر اپنے دین کو بچانے کے خاطر سب کچھ چھوڑ کر بھاگ اٹھتا ہے، کیونکہ دین ہی انسان کی بنیاد ہے اور بغیر دین کے انسان پر خواہشات نفسانی کا کسی قید وبند کے بغیر غلبہ ہو جاتا ہے، دین اور اللہ پر ایمان ہی انسان کو شر کے راستوں سے بچاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ غار والوں یعنی چند نوجوانوں نے دین کو ماننے کی وجہ سے اپنے اوپر ہونے والے ظلم وستم سے بچنے کی خاطر بھاگنے اور فرار ہونے کی کوشش کی۔

آؤ! اس قصہ کے ساتھ ہم تھوڑی دیر گزاریں تا کہ ہمیں کچھ نصیحتیں اور عبرتیں حاصل ہوں کیونکہ اس قصہ کا تعلق خصوصیت کے ساتھ نوجوان کے ساتھ ہے اور اس کا تذکرہ اللہ تعالی نے اپنی مقدس کتاب قرآن کریم میں کیا ہے، تا کہ لوگ اس سے نصیحت حاصل کریں اور اس پر غور وخوض کریں اور وہ غار والے نوجوانوں کا راستہ اپنائیں، قرآن کریم نے اس قصہ کا تذکرہ کیا ہے جو ایمان والے نفوس میں ایمان کے جاگزیں ہونے کا مثالی نمونہ ہے، اس قصہ میں بیان کیا گیا ہے کہ ایمان والے ایمان پر کیسے مطمئن رہتے ہیں اور زندگی کی زیب زینت پر ایمان کو کیسے ترجیح دیتے ہیں اور جب ایمان بچا کر لوگوں کے ساتھ رہنا دشوار ہو جاتا ہے تو کیسے غاروں کا سہارا لیتے ہیں؟ چلو! ہم دیکھیں کہ اللہ تعالی ان مومنین کی کیسے حفاظت کرتا ہے، اور ان کو فتنہ وفساد سے بچا کر ان پر اپنی رحمت کے پر پھیلاتا ہے، میرے نوجوان بھائیوں اور بہنو! اللہ تعالی کی کتاب میں بیان کردہ یہ قصہ تم بھی سن لو: "أَمْ حَسِبْتَ أَنَّ أَصْحَابَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيمِ كَانُوا مِنْ آيَاتِنَا عَجَباً إِذْأَوَى الْفِتْيَةُ إِلَى الْكَهْفِ فَقَالُوا: رَبَّنَا آتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً وَّهَيِّئْ لَنَا مِنْ أَمْرِنَا رَشَداً، فَضَرَبْنَا عَلَى آذَانِهِمْ فِي الْكَهْفِ سِنِينَ عَدَداً، ثُمَّ بَعَثْنَا هُمْ لِنَعْلَمَ أَيُّ الْحِزْبَيْنِ أَحْصَى لِمَا لَبِثُوا أَمَداً". کیا تو خیال کرتا ہے کہ غار اور کوہ والے ہماری قدرتوں میں عجیب اچنبھا تھے، جب وہ نوجوان پہاڑ کی کھوہ میں جا بیٹھے پھر بولے، اے رب! ہم کو اپنے پاس سے بخشش دے اور ہمارے کام کو درست فرما، پھر ہم نے ان کے کان چند برس گنتی کے تھپک دیئے، پھر ہم نے اٹھایا کہ ہم معلوم کریں کہ دو فریقوں میں کس نے یہ بات رکھی ہے کہ وہ کتنی مدت رہے۔ (سورۃ الکھف ۹)

اس آیت میں تذکرہ ہے کہ اصحاب کہف نوجوان تھے، اللہ تعالی نے ان کے دلوں میں یہ بات ڈال دی کہ وہ غار میں چلے جائیں، جہاں وہ اپنے امور کی تدبیر کریں، کیونکہ ان کی قوم غیر اللہ کی عبادت کرتی تھی، اسی لیے انہوں نے اپنی قوم کے تئیں واضح، صریح اور سخت موقف اختیار کیا جس میں کوئی تردد نہیں تھا، کیونکہ وہ سخت جان نوجوان تھے، ان کا ایمان پہاڑ کے مانند مضبوط تھا، اور وہ اپنی قوم کی سخت نکیر کرنے والے تھے، جو اللہ کے ساتھ شرک میں مبتلا تھی۔

اللہ تعالی ان نوجوانوں کے قصے کو مکمل کرتے ہوئے فرماتا ہے:

”وَاِذَا اعۡتَزَلۡتُمُوۡهُمۡ وَمَا يَعۡبُدُوۡنَ اِلَّا اللّٰهَ فَاۡوٗۤا اِلَى الۡكَهۡفِ يَنۡشُرۡ لَـكُمۡ رَبُّكُمۡ مِّنۡ رَّحۡمَتِهٖ وَيُهَيِّئۡ لَـكُمۡ مِّنۡ اَمۡرِكُمۡ مِّرۡفَقًا“ اور جب تم نے ان سے کنارہ کرلیا اور جن کو وہ اللہ کے سوا پوجتے ہیں تو اب جا بیٹھو اس کھوہ میں تا کہ تمہارا رب اپنی رحمت کے پرتم پر پھیلا دے اور تمہارے واسطے تمہارے کام میں آرام بنا دے۔(سورۃ الکہف ۱۶)

میرے نوجوان بھائیو! سورہ کہف کی اس آیت کو دیکھو کہ اللہ تعالی نے اپنے مومن بندوں کے لیے کیسے راستہ نکالا، اس سورہ میں ایمان سے معمور دلوں کی شان کے بارے میں عجیب وغریب انکشاف ہوتا ہے، کیونکہ یہ نوجوان جو اپنی قوم کو چھوڑ دیتے ہیں، اور اپنی زمین کی زیب وزینت اور متاع زندگی کو خیرآباد کہہ دیتے ہیں اور اللہ کی رحمت کی تلاش میں ایک تنگ تاریک غار میں پناہ لیتے ہیں، انہیں احساس ہوتا ہے کہ اللہ کی رحمت بڑی وسیع اور ہرجگہ پھیلی ہوئی ہے، اللہ تعالی فرماتا ہے:یَنۡشُرۡ لَـكُمۡ رَبُّكُمۡ مِّنۡ رَّحۡمَتِهٖ” تمہارا رب تمہارے لیے اپنی رحمت کو پھیلا دے گا، اس آیت سے رحمت خداوندی کے سایوں کا پھیلاؤ اور وسعت معلوم ہوتی ہے، چنانچہ غار ایک وسیع کھلے میدان میں تبدیل ہوجاتا ہے جس میں خدا کی رحمتیں اور سائے پھیل جاتے ہیں، تا کہ ان کو ڈھانک لیں۔

تنگ دائرے ختم ہوجاتے ہیں، سخت دیواریں نرم پڑجاتیں ہیں اور کی جانے والی وحشت وتنہائی کافور ہوجاتی ہے، چنانچہ رحمت، نرمی اور برکت کا نزول ہوجاتا ہے، یہی وہ ایمان ہے جو ظاہری چیزوں کے درمیان تمیز کردیتا ہے، جس کے نتیجے میں آخرت دلوں میں راسخ ہوجاتی ہے اور دنیا بے حیثیت ہوجاتی ہے، کیونکہ یہ بڑی تنگ وتاریک اور فانی ہے۔

اسی طرح قرآن کریم نوجوان مومن کے سامنے معیار، ذوق اور فہم کے اعتبار سے بلند نمونے پیش کرتا ہے، اور ان چند نوجوانوں اور ان کے علاوہ قرآن میں مذکور دوسرے نوجوانوں کو ہر زمان ومکان کے نوجوانوں کے لیے بطور اعلی مثال پیش کرتا ہے، سیدنا یوسف علیہ السلام کا بھی قصہ بڑا ہی عبرت والا ہے، قرآن کریم نے حضرت یوسف علیہ السلام کی زندگی کو زندہ جاوید بنا دیا ہے، جو بچپن ہی سے آزمائشوں کے شکار ہوئے بلکہ آپ کی زندگی کی سب کڑیاں آزمائشوں سے عبارت ہیں، آپ ان تمام آزمائشوں سے پاک وصاف ہوکر نکلے، آپ نے اپنی جوانی میں اپنی عفت، مروت اور عزت وشرافت کی حفاظت کی، پھر اللہ نے آپ کو زمین میں تمکنت عطا فرمائی۔

آج کے نوجوانوں میں یہی حقیقت مفقود ہے یہی وجہ ہے کہ ان کو زمین میں تمکنت حاصل نہیں ہے، اس کا سبب یہ ہے کہ وہ جوانی کے پیغام سے واقف نہیں ہیں، خود نوجوان نہیں جانتے کہ وہ مختلف رجحانات سے اپنی حفاظت کیسے کریں اور قرآن کریم میں نوجوانوں کے لیے بیان کردہ واقعات سے عبرت ونصیحت حاصل کریں؟ ان واقعات میں نوجوانوں کو اللہ نے قیامت تک کے لیے فرشتوں اور انسان وجنات کے درمیان زندہ جاوید کردیا ہے، اللہ کی کتاب قرآن کریم حق بیان کرتی ہے اس میں غار والوں کے بارے میں بتایا گیا ہے، جو نوجوان تھے، انہوں نے اللہ کی پناہ لی تو اللہ نے ان کے تذکرہ کو زندہ جاوید کردیا تا کہ وہ تمام نوجوانوں کے لیے عبرت اور نصیحت کا سبب بن جائیں، اسی طرح حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعہ میں بڑی عبرت کا سامان ہے، دوسری بڑی قومیں اس واقعہ سے واقف ہوئیں اور قرآن نے بھی اس کا تذکرہ کیا ہے تا کہ مسلم نوجوان ان اخلاق وقیم اور اقدار سے جڑے رہیں جن سے متصف ہونا ہر نوجوان کے لیے ضروری ہے۔

ہم نے ان مبارک نمونوں اور مثالوں کو نوجوانوں کے لیے قرآن سے استفادہ کرتے ہوئے اس ایمانی سفر کا مدخل بنایا ہے، جس میں ہر انسان اپنی عمر اور اپنے علم کے مطابق اپنی ضرورت کو پا سکتا ہے، کیونکہ یہ اللہ کی کتاب ہے جو ہماری نفس کی برائیوں سے حفاظت کرتی ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ ہم اس کی طرف رجوع ہوں، قرآن ہم کو ہدایت کا راستہ دکھاتا ہے اگر ہم اس سے ہدایت لیں، یہی وہ قرآن ہے جو صحیح راستہ کی رہنمائی کرتا ہے، ہمارے راستہ کو روشن کرتا ہے اور ہمارے مستقبل کو

سنوارتا ہے؛لیکن کب؟ جب ہم اس کو اپنی زندگی کا دستور بنائیں۔

بہت سی حدیثوں میں بھی نوجوانوں کا تذکرہ کیا گیا ہے، اور ایسے کاموں کی طرف رہنمائی کی گئی ہے جن سے نوجوانوں کا معیار بلند ہوتا ہے اوران کے سلوک پراثر انداز ہونے والی فاسد بیماریوں سے حفاظت ہوتی ہے، احادیث شریفہ میں بیان کردہ ان اخلاقی قدروں کو جاننے کا بڑا اثر ہوتا ہے؛ کیونکہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رہنمائیاں ہیں،ان میں نوجوانوں کی اہمیت کو بیان کیا گیا ہے،حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا : سات لوگوں کو اللہ تعالی اس دن اپنے سائے میں جگہ دے گا جس دن اس کے سائے کو چھوڑ کر کوئی دوسرا سایہ نہیں ہوگا، انصاف پسند بادشاہ، ایسا نوجوان جو اپنے پروردگار کی عبادت میں پلا بڑھا ہو، وہ آدمی جس کا دل مسجدوں میں اٹکا رہتا ہو، وہ لوگ جو اللہ کے خاطر محبت کرتے ہوں، ملاقات کرتے ہوں تو اللہ کے خاطر اور الگ ہوتے ہوں تو صرف اللہ کے خاطر، وہ آدمی جس کو خوبصورت اور منصب والی عورت گناہ کی طرف بلائے تو وہ کہے : میں اللہ سے ڈرتا ہوں ، وہ آدمی جو صدقہ چھپ کر کرے، یہاں تک کہ اس کے بائیں ہاتھ کو معلوم نہ ہو کہ دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا اور وہ آدمی جو تنہائی میں اللہ کا ذکر کرے اور اس کی آنکھیں آنسوؤں سے تر ہو جائیں۔(صحیح البخاری صفحہ۶۲۹)

اگر ہم اس حدیث اوراس میں موجود بلند معانی پرغور کریں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ یہ حدیث اللہ کی بندگی اور اس کے مراقبہ کے معانی کی تکمیل کرتی ہے،ہمیں یہ بھی سمجھ میں آجائے گا کہ اس حدیث میں کتنے عظیم معانی ومطالب پوشیدہ ہیں، اس حدیث میں بندے کے اپنے پروردگار اور لوگوں کے ساتھ تعلق کے اعتبار سے دو قسمیں کی گئی ہیں:

(۱)انسانوں کا آپسی تعلق (۲) انسان اوررب کا تعلق۔

ان سات لوگوں میں چار پہلی قسم میں آتے ہیں، نیک بخت، عادل بادشاہ، اللہ کے خاطر آپس میں محبت کرنے والے،ضرورت مندوں کا تعاون کرنے اوران کے ساتھ خیر خواہی کرنے والے،ظلم وستم سے دور رہنے اور دوسروں کی عزت وناموس کو لوٹنے سے محفوظ رہنے والے اور برائیوں وغیرہ سے بچنے والے، باقی تین کا شمار دوسری قسم میں ہوتا ہے، وہ نوجوان جو اللہ کی اطاعت اوراس کی رضا وخوشنودی حاصل کرنے کی فکر میں رہتا ہے، وہ آدمی جس کا دل مسجد اوراس کے پیغام میں اٹکا رہتا ہے، وہ آدمی جو اپنی نفسانی خواہشات اوردل میں آنے والے خیالات کو ہدایت کے میزان میں رکھتا ہے،اور ہر خیال یا خواہش کے وقت اللہ کو یاد کرتا ہے، جس کی وجہ سے اس کی آنکھیں اللہ کے خوف سے تر ہو جاتی ہیں ،جس کے نتیجہ میں اس کے تمام خیالات اورخواہشات خیر اور صحیح راستہ کے تابع بن جاتے ہیں۔

یہاں خصوصیات کے ساتھ نوجوانوں کا تذکرہ کرنا ہے ، اس حدیث میں اس نوجوان کا تذکرہ ہے، جو اپنے رب کے راستے کو پہچان کر اس کی عبادت پابندی سے کرتا ہے، اس میں نوجوانوں کے لیے اس بات کی رہنمائی ہے ، کہ اگر وہ بھری جوانی اورطاقت وقوت کی عمر میں اطاعت کی لگام کو تھامے رہیں گے اور اپنی نوجوانی کی حفاظت کر کے اللہ کی اطاعت وفرمانبرداری میں اس کا استعمال کریں گے تو ان کا بڑھاپا بھی قابل ستائش ہوگا اور وہ پوری زندگی صحت اور عافیت کے ساتھ گزاریں گے کیونکہ جوانی میں بدن اورجسم کی حفاظت کی جاتی ہے، تو بڑھاپے میں جسم صحیح رہتا ہے، چنانچہ جو جوانی میں اس کی حفاظت کرتا ہے، بڑھاپے میں جوانی انسان کی حفاظت کرتی ہے۔

جوانی اوراس سے فائدہ اٹھانے کا طریقہ :

جوانی کی عمر اس زمین کے مانند ہے جس میں کھیتی عمدہ اور زیادہ ہوتی ہے اور پھل جلدی لگتا ہے، اسی لیے اس عمر سے فائدہ اٹھانے کے طریقے سے واقف ہونا ضروری ہے ؛ کیونکہ یہ تبدیلی اور موڑ کا زمانہ ہے، یا تو علم ومعرفت میں اضافہ،سلوک کو مہذب اور صلاحیتوں کو صیقل کرنے والی ثقافت کے ذریعہ خیر کی طرف نوجوان کی رہنمائی کی جاتی ہے یا شر کی طرف اس کو موڑ اجاتا ہے ، جس کے نتیجہ میں بگاڑ بڑھ جاتا ہے،اور مصیبتیں عام ہو جاتی ہیں ،جس کے برے اثرات نوجوان

پر پڑتے ہیں، جو خود نوجوانوں کے لیے بھی نقصان دہ ہے اور اس کے معاشرہ اور قوم کے لیے بھی، اسی وجہ سے اس عمر سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانا چاہئے؛ کیونکہ نوجوان درحقیقت امت وقوم کا سرمایہ اور مستقبل ہیں، ہر نوجوان کو جاننا چاہئے کہ وہ معاشرہ کا ایک فرد ہے، اس پر معاشرہ کے تئیں کچھ ذمہ داریاں ہیں، چنانچہ اس کے لیے اسی بلند مقام تک پہنچانے والے مختلف تعلیمی مراحل میں پیدا ہونے والی اپنی علمی وعملی صلاحیتوں کے ثمرات کے ذریعہ اپنی قوم کی پونجی کی حفاظت کرنا ضروری ہے، ان کے لیے ضروری ہے کہ وہ ہر شخص کا بہتر بدلہ دے جس نے اس کے خاطر محنت کی، رات جاگ کر گزاری، اور اپنی خدمات پیش کی، چاہے وہ ان کے علم میں ہوں مثلاً والدین یا ان کے علم میں نہ ہوں مثلاً ان کے خاطر جاگنے والے اور ان پر توجہ دینے والے حکومتی اور خانگی ادارے وغیرہ، چنانچہ معاشرہ کے مختلف میدانوں اور اداروں میں سنجیدہ شرکت اوران کا تعاون کرنا ضروری ہے، تاکہ نوجوانوں کے اوقات کو مفید بنانے اور اس سے فائدہ اٹھانے کے لیے منصوبہ تیار کیا جائے، یہ فائدہ پہنچانے اور حاصل کرنے کی عمر ہوتی ہے، اپنے آس پاس کے حالات جان کر اپنی اور دوسروں کی رعایت کرتے ہوئے امانت کو اٹھانے میں اس عمر کی بڑی اہمیت ہے، کیونکہ انسان مخلوقات میں سب سے قیمتی ہے؛ کیونکہ وہ زمین میں اللہ کا خلیفہ ہے، خلیفہ بنائے جانے کی وجہ سے انسان کے لیے ضروری ہے کہ وہ زمین کو آباد کرنے میں اپنی عظیم ذمہ داریوں کو انجام دے، جو علم ومعرفت اور اخلاق سے حاصل ہوتی ہے۔

اللہ تعالی کا فرمان بالکل سچ ہے: "اِنَّـا عَـرَضْـنَـا الْاَمَـانَةَ عَلَى السَّـمٰـوٰاتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ اِنَّهُ كَانَ ظَلُوْماً جَهُوْلاً "(سورة الاحزاب ۷۳)

ہم نے امانت کو آسمانوں، زمین اور پہاڑوں پر پیش کیا تو انہوں نے اس بار امانت کو اٹھانے سے انکار کیا اور انہوں نے خوف محسوس کیا، لیکن انسان نے اس امانت کو اٹھایا، بیشک وہ بڑا ظالم اور جاہل ہے۔

اس بار امانت کو کون اٹھاتا ہے؟ اس امانت کو مسلم نسلیں اٹھاتی ہیں، ان میں سب سے اہم نسل قوم کے نوجوان ہیں، جن پر قوم کی بنیاد قائم ہے، وہی اس کے مستقبل ہیں اور اس کی بیداری ان ہی دم سے ہے، نوجوانوں کو یہ بات جان لینی چاہئے، مذکورہ باتوں کی روشنی میں یہاں بعض ان امور کو بیان کیا جارہا ہے، جن سے نوجوانوں کے اوقات کی حفاظت ہوتی ہے، اوران سے استفادہ کیا جاسکتا ہے۔

صحیح رهنمائی :

صلاح اور اصلاح دو اہم امور ہیں، تاکہ نوجوان صحیح رہنمائی اور نصیحت سے فائدہ اٹھاکر ملک کی تعمیر اور بندوں کی اصلاح کا کام انجام دیں، جس کے نتیجہ میں وہ قوم کی تعمیر کا ذریعہ بن جاتے ہیں، سب سے پہلے صحیح رہنمائی ضروری ہے، اس کے بعد نوجوانوں کے لیے ضروری ہوجاتا ہے کہ وہ کوشش اور جدوجہد کرکے اپنی اصلاح کریں اور خود اپنی ذات کو فائدہ پہنچائیں، کیونکہ جس انسان میں خود اپنے لیے خیر کا جذبہ نہیں پایا جاتا اس میں دوسروں کے لیے خیر کیسے ہوسکتا ہے؟ عقل مند وہ ہے جس میں بصیرت ہو اور وہ کام کے راستوں سے واقف ہوجائے۔

ایک حکمت کی بات ہے ''صالح خود اپنی تعمیر کرتا ہے اور مصلح قوموں کی تعمیر کرتا ہے''۔

تربیتی ترقی :

سب تحقیقات اس بات پر متفق ہیں کہ انسانی ترقی کی تکمیل اور خاص وعام اداروں کی جدید کاری اس وقت تک ممکن نہیں ہے جب تک تربیت میں ترقی نہ ہو، کیونکہ علمی حلقوں میں یہ بات مسلم ہے کہ فائدہ پہنچانے کا عنصر (جس کے لیے تمام کوششیں کی جاتی ہیں) بشری عنصر ہے اور وہ ترقی کی بنیاد ہے، اسی وجہ سے انسان کو ٹریننگ دینے کے لیے اس پر خرچ کرنا اور اس کے لیے اپنی استطاعت بھر کوشش صرف کرنا ضروری ہے، اس طرح ہم اپنے مقصد میں کامیاب ہوجائیں گے اور خواب کی صحیح تعبیر سامنے آئے گی، اور خواب خواب نہیں رہے گا بلکہ حقیقت میں تبدیل ہوجائے گا، دنیا کے گوشہ گوشہ میں

اس کی مثالیں ملتی ہیں، جہاں تک مسلم امت کا سوال ہے، ہمارے دین حنیف نے نوجوانوں کی صلاحیتوں کو بڑھانے، ان کو تربیت دینے اور انکی صحیح نہج پر نشو ونما کرنے کی ذمہ داری ہم پر عائد کی ہے، جو تربیت ولادت سے شروع ہو کر وفات تک جاری رہتی ہے۔

یہی وہ تربیت ہے جس سے فرد کی شخصیت تشکیل پاتی ہے، اور اس کی زندگی تعمیر ہوتی ہے، جس کے نتیجہ میں اس کی زندگی تربیت کے مطابق صحیح راستہ پر چل پڑتی ہے، اسی وجہ سے ہم کو نوجوانوں کے اوقات سے فائدہ اٹھانے اور تربیت وتعلیم کے طریقہ کار (جو انفرادی سلوک کی بنیاد ہے) کے ذریعہ ان کی نشو ونما کی اہمیت کو جاننا ضروری ہے۔

اس زمانہ کو لازمی تدریسی مرحلہ کا نام دیا جاتا ہے، جو پرائمری اور سکینڈری پر مشتمل ہے، یہ زمانہ اپنی قوم اور وطن کی طرف نسبت کرنے والی نوجوانوں کی نئی نسل کی تیاری کا مقدمہ اور پیش خیمہ ہے، جو نسل انحراف اور فساد و بگاڑ تک پہنچانیوالے افکار سے دور رہتی ہے یہ ذمہ داری بہترین تیاری سے ادا ہوسکتی ہے، کیونکہ یہ مرحلہ بنیادی تدریسی نظام کے ذریعہ افادہ کی صلاحیت اور پختگی پیدا کرتا ہے، جس میں کوتاہی برتنا مناسب نہیں ہے اور نہ دوسرے امور کو اس پر مقدم رکھنا چاہئے، اس میں کاہلی برتنے سے منفی نتائج رونما ہونے کا خطرہ رہتا ہے۔

ثقافتی ترقی:

اللہ تبارک وتعالی نے انسان کو عقل عطا کی ہے جس سے وہ صحیح اور غلط میں تمیز کرتا ہے اور اچھائی اور برائی کا ادراک کرتا ہے، اس عقل کا ادراک بڑا وسیع ہے، جب کہ عقل علوم ومعارف کو مطلقاً قبول کرتی ہے، اس زبردست جوہر (جو عظیم صلاحیتوں کی حامل ہے) کے لیے مناسب یہ ہے کہ اس میں کوشش کی جائے تا کہ قرآن کریم کے انوار، حدیث نبوی کی روشنیوں اور مختلف دوسری ثقافتوں کو حاصل کر کے اس کو ترقی دی جائے۔

عقل میں یہ قابلیت ہے کہ وہ ہر چیز کو قبول کرتی ہے کیونکہ انسان اس وقت تک وسیع علم اور مختلف علوم سے واقف نہیں ہوسکتا، جب تک وہ تیز ذہن اور اچھی سمجھ رکھنے والا نہ ہو، ذہانت اور فہم ہی دو ایسے عناصر ہیں جن پر تہذیب وثقافت کا دارومدار ہے، کیونکہ ہر نوجوان ان صلاحیتوں کا مالک رہتا ہے، لیکن اہم بات یہ ہے کہ ان صلاحیتوں تک پہنچا جائے اور ان کو بڑھایا جائے۔

صالح ثقافت (جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے، اس کی شریعت کو حکم بنانے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور سلف صالحین کے طریقہ اپنانے سے وجود میں آتی ہے) کی طرف نوجوانوں کی رہنمائی ہی امت کی اصل خدمت اور زندگی کی تعمیر کا درست طریقہ اور راستہ ہے۔

سابقہ تفصیلات کے مطابق ہم متعدد سرگرمیوں کے ذریعہ نوجوانوں کی ثقافت میں اضافہ کرنے کے اصول متعین کر سکتے ہیں، جن سے بعض فکری انحرافات کا علاج کیا جاسکتا ہے، اور بعض مسلکی غلطیوں کی اصلاح کی جاسکتی ہے، کیونکہ بہت سے نوجوانوں کے پاس ثقافت کے بارے میں اس کی اہمیت کے باوجود کچھ بھی معلومات نہیں رہتی اس کا سبب یہ ہے کہ بہت سے یونیورسٹیوں اور کالجوں میں اسلامی ثقافت کے بارمیں پڑھایا ہی نہیں جاتا، حالانکہ یہ بات مسلم ہے کہ اسلامی ثقافت نوجوانوں کے اخلاق کی اصلاح میں بہت بڑا رول ادا کرتی ہے، اس کی دلیل یہ ہے کہ نوجوان مناقشوں اور بحث ومباحثہ کے دوران اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ وہ ان مسائل کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتے، حالانکہ اسلامی ثقافت نے نوجوانوں کی ثقافت کو صیقل کرنے اور ان کے افکار کو ترقی دینے کا کام کیا ہے، کیونکہ اسلامی ثقافت قرآن کریم اور حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ماخوذ ہے، اسی وجہ سے اسلامی ثقافت ہر دور میں دوسری تمام ثقافتوں کو بدلنے اور عمل صالح کی طرف ان کی رہنمائی کرنے کا کام کیا ہے، لیکن آج جب اپنے تہذیبی وثقافتی مصادر سے کوری ہوگئی تو ضائع ہوگئی اور دوسری قوموں کی ثقافتوں کے پیچھے پڑ کر برباد ہوگئی، جس کے نتیجہ میں تہذیب کے قافلہ سے پچھڑ گئی، جس کی دعوت شریعت نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت ہی دی تھی۔

سیرت و کردار

شیخ الادب حضرت مولانا اطہر حسین صاحب مظاہریؒ

مولانا نثار احمد معتمد دار العلوم خیریہ سندر پور

عالم اسلام کی قدیم دینی و اسلامی درسگاہ، جامعہ مظاہر علوم سہارنپور کے مایہ ناز استاذ مفتی اعظم ہند جناب مولانا مفتی سعید احمد صاحب اجراڑویؒ کے صالح فرزند فقیہ الاسلام حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحب نور اللہ مرقدہ سابق ناظم اعلیٰ مظاہر علوم سہارنپور کے برادر اصغر، جلیل القدر عالم دین، بہترین محقق و مدقق شیخ الادب العربی حضرت مولانا اطہر حسین صاحب ۱۲/ جولائی ۲۰۰۷ء بروز پنجشنبہ جن کا سایۂ عاطفت ہمارے سر سے اٹھ گیا، طاب اللہ ثراہ وجعل الجنۃ مثواہ، اب ان کے لیے سب سے بڑی خدمت یہ ہے کہ زیادہ سے زیادہ ایصال ثواب کیا جائے، اللہ پاک حضرت مولانا کی مغفرت فرمائے، اور ان کے درجات کو بلند فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔

مذکورہ بالا تعارفی خبر سے واضح ہے کہ مولانا موصوف نے ایک ایسے علمی خانوادہ میں آنکھیں کھولیں، جس کے علم و فضل کا ہر چہار جانب شہرہ تھا اور جس کے فقہ و فتاویٰ، علمی موشگافیوں، تقویٰ و طہارت، زہد و ورع اور بے نظیر تواضع و انکساری کے انمول خصائل سے پورا عالم اسلام روشناس ہو رہا تھا، اور مرکز علم و فن جامعہ مظاہر علوم سہارنپور سے وابستگی اس میں چار چاند لگا رہی تھی اور جہاں اس دینی درسگاہ کی عطر بیز فضاؤں کو جید و مقتدر علمائے کرام اور صلحائے امت اپنے علمی مشاغل، بلند اخلاق و کردار، دور اندیشی اور فراست ایمانی سے معطر کر رہے تھے، اور جہاں اسوۂ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو عملی جامہ پہنا کر دعوتی و اصلاحی سرگرمیوں کی ایک روشن تاریخ لکھی جا رہی تھی، ایسے میں ایک نومولود کے دل کے سادہ ورق پر کیا کچھ لکھ گیا ہوگا، اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

۱۳۷۵ھ میں مادر علمی مظاہر علوم سہارنپور میں درس و تدریس کے منصب پر فائز ہونے کے بعد تادم آخر آپ نے علم و تحقیق کے میدان میں جو خدمات انجام دیں وہ اسلاف کی تاریخ میں ایک روشن باب کا اضافہ اور اخلاف کے لیے بہترین نمونہ، نیز عربی و اردو تصانیف کا جو گرانقدر ذخیرہ چھوڑا وہ نئی نسل کے لیے سرمایۂ سعادت ہے۔

راقم الحروف نے زمانہ طالب علمی ہی سے بارہا خود مشاہدہ کیا کہ آپ ذاتی اعتبار سے تقویٰ و توکل اور اناب الی اللہ کا پیکر زہد و ورع اور متانت و سنجیدگی کا بے نظیر نمونہ تھے۔

علو مرتبہ اور کمال باطنی کے باوجود مستور الحال اور بے نام و نشان رہنا پسند کرتے تھے بے ضرورت بات نہیں کرتے تھے، لایعنی سے سخت متحرز تھے، کف لسانی اور قلت کلام شیوہ تھا، قناعت و استغناء زندگی بھر کا شعار تھا، کسی سے بحث و مباحثہ کرنے اور اعتراض و مخالفت سے بغایت مجتنب تھے، اعتدال و توازن ہر چیز میں ملحوظ تھا، غلو و مبالغہ سے نفرت تھی، کینہ و حسد اور شکوہ و شکایت سے بہت دور تھے، اذکار و اوراد میں نہایت درجہ استقامت و استغراق تھا، اتباع سنت ہر امر میں ملحوظ تھا، اندرونی درد و سوز کے ساتھ ہمیشہ خندہ پیشانی اور متبسم نظر آتے، دنیا سے بے رغبتی اور زندگی کے ہر شعبہ میں سادگی اور کمال احتیاط آپ کا طرۂ امتیاز تھا، آپ کی صفائی معاملات اور حد درجہ احتیاط کے بہت سے تذکرے زبان زد خاص و عام ہیں، اور بقول حضرت ناظم صاحب مدظلہ کہ حضرت فقیہ الاسلام کے نام پر جو کتابیں تا عمران کے کمرہ میں محفوظ رہیں وہ انتقال کے بعد دیکھی گئیں تو دیمک لگ چکی تھی اور اسی کے ساتھ ساتھ اس حجرہ کے دروازے بھی دیمک نے کھالئے تھے، حضرت مولانا موصوفؒ نے احتیاطاً تمام دروازوں کی موجودہ قیمت اپنی جیب خاص سے ادا فرمائی

جوتقریباً ایک سال کی تنخواہ کے برابر رقم تھی۔

آپ کی خدمات جلیلہ اور افکار رفیعہ کو دیکھ کر یہ کہا جاسکتا ہے کہ اگر ہمیں ان جیسی زندگی نصیب ہو اور ان جیسی محنت کی توفیق ملے، تب کہیں جا کر وہ خدمات انجام دی جاسکتی ہیں، بلکہ اس سے بڑھ کر یوں کہا جاسکتا ہے کہ تب بھی مشکل ہے، اس لیے کہ اللہ رب العزت نے جو امتیازات جس کے لیے خاص فرما دیئے وہ اسی کا حصہ ہیں۔ ذلك فضل الله يو تيه من يشاء

بعض خدمات اپنی تعداد وشمار کے اعتبار سے اتنی زیادہ ہوتی ہیں کہ وہ سننے اور پڑھنے والوں کو درطۂ حیرت میں ڈال دیتی ہیں اور معترف حقیقت بنا دیتی ہیں، حضرت امام غزالیؒ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ نیز حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کی نظیریں ہمارے سامنے ہیں۔

اور بعض خدمات ایسی ہوتی ہیں جن کا عدد وشمار کم لیکن ان کا وزن اوران کی اہمیت اتنی زیادہ ہوتی ہے کہ وہ ہزاروں پر بھاری حضرت مولانا کا کام بھی دوسری صنف سے تعلق رکھتا ہے، آپ کو عربی ادب بالخصوص قدیم عربی پر جس قدر بصیرت اور درک حاصل تھا، اس کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ کی بعض عربی تحریرات کو پڑھ کر عربی ادب کے معروف ادیب حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ بھی متأثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے، اور اپنی خصوصی مجلس میں فرمایا کہ تعجب ہے اس جدید دور میں قدیم عربی ادب کا اتنا بڑا عالم موجود ہے۔

توفیق خداوندی سے بعض ایسی مہتم بالشان چیزیں منظر عام پر آئیں جو اپنی مثال آپ ہیں، شجرۂ طوبی، وشجرۂ سعادت کی ترتیب مولاناؒ کا یہ وہ عظیم کارنامہ ہے کہ جس کی وجہ سے اہل علم وفن اور اہل ذوق ہمیشہ احسان مندر ہیں گے، یہ حقیقت ہے کہ ایسی خدمت وہی انجام دے سکتا ہے، جیسے فاضلین اور معروف علماء وصلحاء کے شرف تلمذ کا استحضار رہتا ہو یا پھر اس نے تمام شخصیات کو مع ادوار کے اپنے مطالعہ میں محفوظ رکھا ہو، یا اس کے پاس اتنا ذخیرہ ہو جو ایک کتب خانہ کی حیثیت رکھتا ہو یا جسے ماہرین اہل علم وفن، مؤرخین وادباء اور صلحائے امت کی صحبت حاصل رہی ہو۔

اسی طرح نفحۃ المشموم کے نام سے منظوم عربی کلام آپ کی بہترین تخلیق ہے جو عربی ادب کا شاہکار ہے، اور معیاری ذوق رکھنے والوں کے لیے بہترین سرمایہ ہے، مولانا موصوفؒ نے از خود اس کا حاشیہ بھی لکھا ہے، یہاں تک کہ بہت سے وہ اساتذہ اور سالکین وعارفین کے وہ مربیین جو گوشۂ گمنامی میں تھے، آپ نے اپنے اشہب تیز گام سے ان کا بہت وقیع تعارف کرایا ہے، مثلاً شیخ وقت ولی کامل تقوی وتقدس کے امام حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب سہارنپوری کے خلیفہ ومجاز حضرت مولانا امیر باز خاں صاحب بھوجپوریؒ جنھوں نے اپنی لیاقت وصلاحیت کے بل بوتے پر دوران تعلیم ہی دارالعلوم دیوبند جیسی عظیم الشان دینی درسگاہ میں مسند تدریس پر فائز ہوگئے تھے، اس کے بعد مظاہر علوم میں علمی تشنگی دور کرنے کے لیے تشریف لائے بعد فراغت پھر یہیں سے مستقل آپ کا فیض جاری ہوا، اسی سرزمین سے وابستہ رہتے ہوئے آپ نے بیعت وارشاد کے تعلق سے متحدہ پنجاب کے چپہ چپہ کے دورے کر کے تشنگان علوم ومعرفت کو سیراب کیا آج کا موجودہ ہریانہ وہماچل اور پنجاب آپ ہی کا مرہون منت ہے، جہاں آپ کے خلفاء ومریدین نے بڑی جانفشانی اور محنت ولگن سے علم ومعرفت کے دریا بہائے، ایسی مؤقر ہستی کو تاریخ مظاہر جیسی کتاب میں صرف چند سطروں کی جگہ دی گئی، جب کہ مولاناؒ نے اپنی کتاب میں بڑی فراخدلی سے تعارف کرایا ہے، ایسی اور بھی بہت سی نابغۂ روزگار شخصیات ہیں جن کا تذکرہ اہل علم ودانش کے لیے بڑا مفید ہے۔

تعجب ہے کہ بعض عربی ادب کے ماہرین اساتذہ اور مشہور ادباء اس کی بعض اصطلاحات ومحاورات پر قلم رکھا تو آپ نے بروقت عربی زبان وادب کے فصیح وبلیغ شعرائے کرام کے حوالوں سے مکمل ومدلل کر کے جوابات مرحمت فرمائے، اس سے آپ کی علمی دسترس، مطالعہ کی وسعت، عربی زبان وادب کی فنی شاعری سے شغف اور بلند ذوق کا اندازہ ہوتا ہے، یہ بات تمام اساتذہ وتلامذہ پر روز روشن کی طرح عیاں

ہے کہ مولانا مرحوم عربی ادب کی اصطلاحات، لغات اور محاورات کے استعمال میں قدرت کاملہ رکھتے تھے، صفت غیر منقوط، قلب، مشاکلت توریہ وتجدید اور ایجاز واطناب کو جس سلیس انداز میں پیش کرتے تھے وہ یقیناً آپ ہی کا وصف خاص تھا، ۸۰ر صفحات پر مشتمل یہ کتاب جب اختتام پذیر ہوتی ہے تو شاعر اسلام حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے دوشعروں پر اسی ردیف وقافیہ کے ساتھ ہوتی ہے، یقیناً حسن اختتام شاعر کے حسن ذوق کی علامت ہے۔

دارالعلوم دیوبند کے قابل فخر استاذ عربی زبان وادب کا کماحقہ ذوق رکھنے والے وحید العصر جناب حضرت مولانا ریاست علی صاحب بجنوری دام ظلہ نفح المشموم کے معیار فصاحت وبلاغت سے متاثر ہوکر مولانا کی توصیف اس طرح فرماتے ہیں:

ان الشاعر ذو ملكة قوية على قرض الشعر وله خبرة واسعة واطلاع تام على فنون الشعر ومبادية ودقائقه كما ان عنده حظاً وافراً ونصيباً ذاخراً من مادة اللغة العربية التي هي اوسع لغات العالم واقواها واغناها واحلاها

اوراس اشعار کے بارے میں فرمایا:

الابيات متحلية بصفات يحتاج اليها الشعر في حسنة وجماله وفصاحته وبلاغته

اس کے علاوہ حضرت مولانا عبداللہ عباس صاحب ندویؒ سابق استاذ جامعہ ام القری مکہ مکرمہ نے اپنی شاندار تحریر کے ذریعہ مولاناؒ کی پاکیزہ تحریر ونگارش فصاحت وبلاغت سے لبریز عربی زبان وادب کے معیاری قصائد پر داد وتحسین سے نوازا ہے (جو عنقریب منظر عام پر آئیگی) نفح المشموم کے شائع ہونے کے بعد آپ نے ایک نسخہ ماہنامہ الرائد عربی کے ایڈیٹر اور دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے ناظم تعلیمات حضرت مولانا واضح رشید صاحب مدظلہ العالی کی خدمت میں ارسال فرمایا، جواب میں آپ نے فرمایا ''میری نظر میں تاریخ کو عربی اشعار میں اتنے سلیقہ سے پیش کرنے والے آپ دوسرے فرد ہیں''۔

حضرت مولاناؒ کی مطبوعہ وغیر مطبوعہ بہت سی تصانیف ہیں جو عربی ادب کا حسین وجامع مرقع ہیں، مثلاً اتحاف الامہ فی اختلاف الائمہ، ابواب فقہیہ میں جو ائمہ کرام کے اختلافات ہیں ان کو جمع کیا گیا ہے، زاد الفقیر کی شرح فتح الخبیر، سبعہ معلقہ کی شرح نفحات الطبع علی المعلقات السبعہ، عقد النجوم فی جید دارالعلوم، منظوم قصیدۂ دارالعلوم دیوبند ہے، مختصر ہے مگر جامع ہے، این النعیم فی رویۃ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے علاوہ عربی اشعار کا ایک دیوان بھی غیر مطبوعہ ہے جس میں قصیدے اور مرثیے ہیں، حضرت مجدد الف ثانی کے مکتوبات سے ایک انتخاب بھی ہے۔

اردو زبان میں بھی مولانا کی خدمات بہت اہم ہیں خصوصاً ان حضرات کے لیے جو تعلیم اور درس وتدریس سے تعلق رکھتے ہیں اور اہل فقہ وفتاوی کی تو اساسی احتیاج ہیں، حسن اتفاق یہ ہے کہ اب تک ان انمول جواہرات کی دوسری نظیر سامنے نہیں آئی ہے، مثلاً رسم المفتی سراج العلماء حضرت علامہ ابن عابدین شامیؒ کے بے نظیر تصنیف جو تمام دینی مدارس کا جزو نصاب اور تمام اہل علم وتحقیق کی گرانمایہ دولت ایسی شاندار کتاب پر حضرت مولانا کو حاشیہ لکھنے کا شرف حاصل ہوا، جو باضابطہ کسی کتاب سے کم نہیں ہے، یہ اتفاق ہے کہ اس پر سابق میں آپ کے والد بزرگوار مفتی اعظم جناب حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب نوراللہ مرقدہٗ اور برادر اکبر فقیہ الاسلام حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ سابق ناظم اعلی مظاہر علوم سہارنپور نے بھی کام کیا ہے، آپ نے اس میں رجال پر کام کرکے اس کے حسن کو دوبالا کردیا ہے۔

حریری اور مقامات بہترین سلیس اور بامحاورہ اردو زبان کی بڑی جامع کتاب ہے جو حقیقت میں ڈاکٹر محمد احمد صاحب پروفیسر عربی وفارسی الہ آباد یونیورسٹی کے عربی مقالہ ''الحریری ومقاماتہ'' کا اردو ترجمہ ہے۔

''بشارات رحمت'' حضرت فقیہ الاسلام کے انتقال پر ملال کے معاً بعد ایک کتاب شائع ہوئی تھی جس پر بہت سے علمی حلقوں کے اعتراضات سامنے آئے تھے، تو آپ نے بڑی سلیقہ مندی سے تمام مبشرات کی نظائر متقدمین کے کلام سے پیش کرکے معترضین کو درطۂ

حیرت میں ڈالدیا اور پھر بعد میں قول فیصل پیش کیا۔

ادب کے علاوہ آپ کو فن فقہ پر کمال وعبور حاصل تھا، اور خصوصی مناسبت تھی، یہی وجہ ہے کہ فتاوی مظاہر علوم جیسی وقیع ودقیق مسائل سے لبریز اور اپنی اہمیت وضرورت کے لحاظ سے نہایت اہم کتاب آپ کی زیرنگرانی ترتیب پائی، فضائل مسواک، فضائل اعمال یعنی بخشش کے وعدے مختصر رسالے بھی شائع ہوئے اور غیر مطبوعہ تالیفات میں تذکرہ حضرت مولانا احمد علی محدث سہارنپوری وحضرت مولانا محمد مظہر نانوتویؒ اسی طرح حضرت فقیہ الاسلام کے اصلاحی خطوط کے جوابات شامل ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ دینی علوم وفنون سے گہری وابستگی عربی ادب وانشاء پردازی پر کامل دسترس آپ کا طرۂ امتیاز تھا، آپ کا علمی ذخیرہ رہتی دنیا تک مستفیدین کے لیے مشعل راہ کا کام دے گا۔

آسماں تیری لحد پر شبنم آفشانی کرے
سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

﴿بقیہ صفحہ ۴۰ رکا﴾ وہ تصویر نہیں معلوم ہوتی بلکہ جھاڑوں یا درخت وغیرہ معلوم ہونے لگتا ہے، اور چہرہ تو تمام تصویر کی ناک ہے، جب یہ باقی ہے بس پوری تصویر کے قائم مقام ہے، اور ہرگز اس کی اجازت نہیں ہوسکتی، لوگ مالغین پر اعتراضاً کہتے ہیں کہ جناب تم روپیہ گھر میں کیوں رکھتے ہوں اس میں بھی تو تصویر ہے، یہ طعن بھی نہایت بے جا ہے، بات یہ ہے کہ روپیہ تو ایک ضرورت کی چیز ہے، ضرورت میں تنگی کم ہوجاتی اور یہ لوگ محض زینت وآرائش کے شوق میں تصویر لگاتے ہیں، کجا یہ کجا وہ، بعض لوگ فوٹو کو حرمت تصویر سے مستثنیٰ سمجھتے ہیں کہ اس میں خود بخود تصویر اتر آتی ہے کوئی بناتا نہیں ہے، ماشاء اللہ کیا غضب کا اجتہاد ہے، اس کا سامان جمع کرنا صاحب تصویر کے روبرو اس کا رکھنا یہ تصویر کشی نہیں تو اور کیا ہے۔ (اصلاح الرسوم صفحہ ۳۰)

حاصل کلام یہ ہے کہ شریعت اسلام نے ذی روح کی تصویر کو حرام قرار دیا ہے، ملائکہ کی اس پر لعنت ظاہر ہوتی ہے، اللہ کا عذاب اس پر ہوگا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تصویر سازی اور تصویر ساز پر لعنت فرمائی ہے اور موحدین کو تصویر کے مٹانے کی تعلیم دی۔

جامعۃ الامام ابی الحسن الاسلامیہ اور جامعہ فاطمۃ الزہراء للبنات مظفرآباد میں

اساتذہ ومعلمات کی ضرورت

- تجوید وقرأت ودرجہ حفظ کے لیے ۲؍استاذوں کی ضرورت۔
- عالمیت کے درجات کے لیے ۲؍فضلاء کی ضرورت۔
- ایک انگریزی استاذ کی ضرورت۔
- ماہنامہ نقوش اسلام کی ممبرسازی کے لیے ۲؍افراد کی ضرورت۔
- جامعہ فاطمۃ الزہراء للبنات میں پڑھانے کے لیے ۳؍معلمات کی ضرورت۔
- جامعہ فاطمۃ الزہراء للبنات میں انگریزی معلّمہ کی ضرورت۔

ضرورت مند اساتذہ ومعلمات اپنی سند اور ضروری کاغذات کے ساتھ ۸؍شوال تک رابطہ قائم کریں۔

حسب لیاقت معقول مشاہرہ دیا جائے گا۔

رابطے کا پتہ

ناظم مرکز احیاء الفکر الاسلامی مظفرآباد، سہارنپور یوپی

فون

9719831058 0132-2775452
9758915267 3205676
9719274892

اتباع سنت

اعتکاف قربت الٰہی کا ذریعہ

حمید اللہ قاسمی کبیر نگری مرکز احیاء الفکر الاسلامی

رمضان المبارک کا آخری عشرہ ہمارے لیے بہت ہی مقدس اور مبارک عشرہ ہے، ویسے تو پورا مہینہ ہمارے لیے سعادت ورحمت کا باعث ہے، مگر اس مہینہ کے اخیر عشرہ کے جو ایام ہیں، ان کی فضیلت کچھ اور ہی ہے، پس جس طرح اس مہینہ کی فضیلت پورے سال کے مہینوں پر ہے، اسی طرح اس مہینہ کے آخری عشرہ کو دوسرے عشروں پر فوقیت حاصل ہے، مسلم شریف کی روایت ہے کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا فرماتی ہیں: کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں عبادت وغیرہ میں وہ مجاہدہ فرمایا کرتے تھے جو دوسرے دنوں میں نہ فرماتے تھے، ایک دوسری حدیث فرماتی ہیں کہ آپ کا معمول یہ تھا کہ رمضان کا آخری عشرہ آتے ہی کمر کس لیتے اور شب بیداری میں لگ جاتے اور اپنے گھر والوں کو بھی عبادت کے لیے بیدار رکھتے تھے، سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اس عشرہ میں اعتکاف جیسی عبادت اللہ تعالی نے مسلمانوں کو عطا کی ہے، جس میں مومن بندہ اپنے رب کے حضور میں دنیا ومافیہا سے بے خبر ہوکر گوشہ نشینی اختیار کرتا ہے اور اپنے رب سے قربت حاصل کر کے اس کی رضا وخوشنوی حاصل کرتا ہے۔

اعتکاف: اعتکاف کے لغوی معنی روکنے اور ٹھہرنے کے آتے ہیں، شریعت میں نیت کے ساتھ رمضان کے آخری دس دنوں میں خالص رضائے الٰہی کے لیے دنیاوی کاروبار اور بیوی وبچوں سے الگ تھلگ ہوکر مسجد یا گھر میں قیام کرنا۔

اعتکاف کی فضیلت وبرتری بتلانے کے لیے صرف اتنا ہی کافی ہے، کہ آقائے مدنی کالی کملی والے جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان کے آخیری عشرہ میں اعتکاف فرماتے تھے اور آپ کے ساتھ صحابہ کرام بھی اعتکاف فرماتے تھے، اس کے علاوہ اعتکاف کی اہمیت کا اندازہ اس سے بھی لگایا جاسکتا کہ اگر کبھی کسی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اعتکاف چھوٹ جاتا، تو آپ شوال کے مہینے میں اسے پورا کرتے تھے، اس کے علاوہ اور بہت سی روایات سے اعتکاف کی فضیلت ثابت ہوتی ہے، چنانچہ شب قدر رمضان المبارک کے تین عشروں میں سے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں سے کسی رات میں واقع ہوتی ہے، اس لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کو حاصل کرنے کے لیے آخری عشرہ کا اعتکاف فرمایا کرتے تھے، اور دنیائے فانی سے منہ موڑ کر اللہ کے گھر میں جا بستے تھے، اس امید ویقین کے ساتھ شہنشاہ عالم کے در پر آ کر پڑ جانے والا یقیناً خالی ہاتھ نہیں جاسکتا، رب ذوالجلال ضرور اس کو بے حد وحساب اجر وثواب سے مالا مال کرے گا، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرماتی ہیں:

"اِنَّ النَّبِیَّ ﷺ کَانَ یَعْتَکِفُ الْعَشَرَ الْاَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ حَتّٰی تَوَفَّاهُ اللّٰهُ ثُمَّ اعْتَکَفَ اَزْوَاجُهٗ مِنْ بَعْدِهٖ" (مشکوۃ شریف صفحہ ۱۸۱)

بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک کے آخری عشرہ کا اعتکاف کیا کرتے تھے یہاں تک کہ آپ دنیا سے رخصت ہوگئے، آپ کے بعد آپ کی ازواج مطہرات اعتکاف فرماتی تھیں۔

رمضان المبارک کے آخری عشرہ کا اعتکاف مسنون ہے، نیز شب

قدر کو پانے اور اس کی عظمتوں سے فیض یاب ہونے کا ایک اہم ذریعہ اعتکاف ہی ہے، چنانچہ مسجد میں معتکف شخص اگر خدانخواستہ شب قدر میں نہ بیدار ہو سکے اور سوتا ہی رہ جائے، تب بھی اس کے نامۂ اعمال میں لیلۃ القدر کی عبادت کا بے پناہ اجر وثواب لکھ دیا جاتا ہے؛ کیونکہ وہ اعتکاف کی عبادت میں مصروف رہا، نماز، تلاوت اور ذکر واذکار کو انجام نہ دے سکا؛ لیکن معتکف ہونے کی وجہ سے وہ محروم نہ رہے گا، اس لیے حتی الوسع آخری عشرہ کے اعتکاف کا اہتمام کرنا چاہئے اور شب قدر کی تلاش میں حد درجہ جدوجہد کرنی چاہئے۔

اعتکاف کرنے والوں کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اعتکاف کرنے والا گناہوں سے بچا رہتا ہے، ہمیشہ تلاوت، دعا، نوافل، ذکر اللہ اور درود شریف پڑھنے میں مشغول رہتا ہے، اس لیے اعتکاف کرنے والا بہت سے نیک کام مثلاً نماز جنازہ میں شرکت، مریض کی عیادت وغیرہ صرف اس وجہ سے نہیں کر پاتا کہ وہ اللہ کے گھر میں محصور اور قید ہو گیا ہے، پھر بھی اتنی ہی نیکیاں اس کے حق میں لکھی جاتی ہیں، جتنی نیکیاں نماز جنازہ میں شریک ہونے اور مریض کی عیادت کرنے والے کے حق میں لکھی جاتی ہیں۔

اعتکاف کرنے والوں کے لیے کیا ہی اچھا موقعہ ہے، کہ اگر آدمی اعتکاف نہ کرتا تو اتنی نیکیاں نہ کر پاتا؛ لیکن اب اعتکاف کی بدولت اس کو یہ ثواب بھی بغیر ان اعمال کے کئے مل رہا ہے، ایک دوسری حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے کہ رمضان کے اخیر دس دنوں کے اعتکاف کا ثواب دو حج اور دو عمروں کے برابر ہے، ایک اور حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اللہ کے لیے ایک دن کا بھی اعتکاف کرتا ہے تو اللہ تعالی جہنم کو اس سے زمین وآسمان کے فاصلے سے تین گنا دور کر دیتا ہیں، یعنی جہنم سے اس کا گویا کوئی واسطہ ہی نہیں رہتا؛ لیکن ہم میں سے کتنے لوگ ہوں گے، جن کے دلوں میں یہ تمام فضائل اور اجر وثواب سن کر اعتکاف کا شوق وجذبہ پیدا نہیں ہوتا، ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ اعتکاف کے اجر وثواب کو سن کر اور برکات کے نزول کو دیکھ کر یہ وعدہ کرنا چاہئے کہ اگر ہم سے اس سال اعتکاف نہیں ہو پایا، تو آنے والے رمضان میں انشاء اللہ ضرور اعتکاف کریں گے، حافظ ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اعتکاف کا مقصد دل کو اللہ کی ذات کے ساتھ وابستہ کر دینا، یعنی دل غیر اللہ سے ہٹ کر اسی کی طرف مجتمع ہو جائے اور اللہ سے حقیقی انس ومحبت پیدا ہو جائے اور یہ انس ومحبت ہی قبر کی مشقت میں کام دے گا، جہاں اللہ کے سوا نہ کوئی غم خوار ہوگا، نہ دل بہلانے والا ہوگا۔

عیدکی خوشی

نکھری روح، ستھرا جسم، اجلے کپڑے، روزہ دار مسلمان اس شان اور اس آن کے ساتھ گھر سے نکلا، غریبوں کی ضرورتیں پوری کرتا ہوا یتیموں، بیواؤں کے حلق میں دانہ ڈالتا ہوا مفلسوں کی کھلی ہوئی مٹھیاں بند کرتا ہوا کہ شریعت میں اس کا نام صدقۂ فطر ہے اور یہ واجب ہے۔

دھیرے دھیرے قدم عیدگاہ کی راہ پر پڑ رہے ہیں، اور زبان ولب ہیں کہ اللہ کا نام لیے جا رہے ہیں، آج مسلمانوں کی خوشی کا دن ہے، آج وہ سالانہ جشن میں پورے ارمان نکال کر رہے گا، گانا بجانا، ناچ نہ مجرا، گالیاں نہ بدمستیاں، زبانوں پر بس نعرۂ تکبیر اور زمزمۂ توحید "اللہ اکبر، اللہ اکبر، لاالہ الا اللہ" اللہ اللہ! مسرت کی مدہوشیوں میں اتنا ہوش، دو ایک دن نہیں پورا ایک مہینہ انہوں نے مجاہدوں میں گزار دیا ہے، دن بھر بھوکے رہے ہیں، پیاسے رہے ہیں، کھانے کے ایک دانہ سے، پانی کے ایک گھوٹ سے، پانی کے ایک قطرہ سے اپنے کو روکے رہے ہیں، راتیں جاگ جاگ کر کاٹی ہیں، تراویح کی لمبی لمبی نمازیں پڑھی ہیں، تہجد کے بعد لمبی لمبی دعائیں مانگی ہیں، عید کی مسرت انہیں نہ ہوگی تو اور کس کو ہوگی؟۔ (مولانا عبدالماجد دریابادیؒ)

تجزیہ

تصویر سازی اور اس کی شرعی حیثیت

مولانا مرغوب الرحمٰن چترالوی، دارالعلوم دیوبند

قال النبی صلی اللّٰہ علیہ و سلم "أَشَدُّ النَّاسِ عَذَاباً عِنْدَاللّٰہِ الْمُصَوِّرُوْنَ" وقال فی موضع آخر" لَاتَدْخُلُ الْمَلٰئِکَۃُ بَیْتاً فِیْہِ کَلْبٌ وَ لَاتَصَاوِیْرٌ۔(مشکوۃ شریف صفحہ ۳۸۵)

آج کے دور میں تصویر سازی موجودہ تمدن کا ایک ایسا جزو لاینفک بنی ہوئی ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی شعبہ بغیر تصویر کے زندہ نہ رہ سکے گا، دکان، مکان، کتب، خطوط، ذرائع، رسائل، سکہ، تمغہ، دستاویز، تلوار، ہتھیار، چھری، چمچہ، غرضیکہ ہر چیز تصویر سے سجی ہوئی نظر آتی ہے، اور تقریباً دنیا کی ہر قوم اس پر فریفتہ ہے۔

انبیاء علیہم السلام کی ذات مقدس کو اللہ نے اس لیے بھیجا کہ دنیا سے کفر وشرک والحاد اور جو چیزیں کفر وشرک تک پہچانے والی ہیں ان کو ختم کریں، اور انسان کی صحیح رہنمائی کریں، انسان کو ایک اللہ کی طرف بلائیں اور ہزاروں دروں پر سر نہ جھکا کر بس ایک اللہ کے سامنے سر نیاز خم کریں اور اس کام کے لیے تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کرام علیہم السلام دنیا میں تشریف لائے اور آخر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے جن کو اللہ رب العزت نے ''رحمۃ للعالمین'' کے خطاب سے سرفراز فرمایا، پھر رحمۃ للمؤمنین، رحمۃ للعاشقین، اور رحمۃ للمسلمین، نہیں فرمایا، بلکہ ''رحمۃ للعالمین'' کا لقب دیا تا کہ مؤمن ومشرک سب کو عام ہو جائے۔

چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تصویر بنانے کو، تصویر رکھنے کو حرام قرار دیا، یہاں تک کہ خود کعبۃ اللہ سے کعبہ کی تصویر کو محو کر دیا حالانکہ وہ کوئی ذی روح کی تصویر نہیں تھی۔

اس حقیقت سے عقلمند آدمی انکار نہیں کرسکتا کہ بت پرستی تصویر ہی کی وجہ سے دنیا میں وجود میں آئی ہے اور دنیا میں سب سے پہلی بت پرست قوم (قوم نوحؑ) جس کے پانچ مردان حق (۱) ود (۲) سواع (۳) یغوث (۴) یعوق (۵) نسر، کی تصویروں کو خداشناسی کا ذریعہ بنا کر اپنے معبدوں میں نصب کیا اور جن کی صورتوں کو دیکھ کر یاد خدا میں مشغول ہونے کے لیے بنایا گیا تھا، پھر بعد میں لوگوں نے رفتہ رفتہ ان کو مکمل معبود بنالیا، ان کی پرستش اسی طرح ہورہی تھی کہ نعوذ باللہ عین خدا ہوں، اپنے ہاتھوں سے انسانوں کے بنائے ہوئے بت، نقلی خدا، مجبور ولاچار، بے روح خدا کی اتنی عظمت ہے کہ جتنی عظمت انسان کی بھی نہیں ہے کہ جس کے جسم میں روح دوڑ رہی ہے اور اشرف الخلوقات جیسے اعلیٰ مرتبہ کا حامل ہے، آج ان کی ادنی توہین پر اسی طرح مقدمات چلائے جاتے ہیں جس طرح اصل شخصیت کے بارے میں بلکہ اس سے بھی زیادہ سخت طریقہ سے مقدمہ چلتا ہے۔

اس دور میں تصویر سازی کو باب تمدن کا ایک خوشگوار اضافہ سمجھا جارہا ہے، جب کہ ان جعلی تصویروں میں کوئی روح نہیں، کوئی کشش نہیں، مگر اسی سے دکانوں کو چمکایا جارہا ہے، مکانوں کو سجایا جارہا ہے، کتابوں، کاپیوں، کلنڈروں، سڑکوں، کالجوں، اسکولوں اور اخباروں غرضیکہ ہر چیز کی ترقی میں تصویر کو بروئے کار لایا جارہا ہے، پھر یہی نہیں بلکہ بعض تصویروں سے شہوتوں کو ابھارا جارہا ہے، اور اس کو دیکھ کر نوجوان، بوڑھے، بچے اپنے اپنے سیکس میں اضافہ کررہے ہیں، بلکہ اس سے عشق ومحبت کے جذبات ابھارے جارہے ہیں، اور نتیجہ اس کا یہ ہے کہ پوری نسل ان عریاں تصاویر کے ذریعہ تباہ وبرباد ہورہی ہے۔

اب تو شادی بیاہ کے موقع پر فوٹوگرافی اور ویڈیوگرافی عام ہے کہ

جس نے شرم وحیا کے دامن کو بالکل تارتار کرکے رکھ دیا ہے، نوجوان لڑکےلڑکیوں کے دولہا دولہن کے ساتھ گروپ فوٹو کھینچے جاتے ہیں، پھر انہیں دوستوں کوتحفہ میں دیا جاتا ہے، ویڈیو کے ذریعہ ان کی فلمیں بنائی جاتی ہیں اور بڑی بے شرمی کے ساتھ ان کی نمائش ہوتی ہے، العیاذ باللہ! فوٹوگرافی کا عذاب ہی کیا کم تھا کہ تصویر بنانے والے سب سے سخت عذاب کے مستحق ہیں، اس حیاسوز تصویر کشی نے اسے مزید لعنت کا مستحق بنادیا ہے۔

اسلام میں تصویر بنانے کی سخت ممانعت ہے چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تصویر بنانے والوں کے متعلق ارشادفرمایا کہ ''جوشخص کوئی تصویر بنائے گا اللہ رب العزت اس کواس وقت تک عذاب دیتے رہیں گے تاآنکہ وہ اس میں روح نہ ڈالدے، جب کہ وہ شخص اس میں کبھی بھی روح نہیں ڈال سکے گا۔ (مشکوۃ شریف ۳۸۶)

اگر اسلام میں صورت سازی کی اجازت ہوتی تو مسلمان زیادہ مستحق تھے، کہ وہ اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اورصحابہ کرام وبزرگان دین کی تصویریں اتارتے؛ لیکن چونکہ عادۃً تصویر کا قلب پر وہی اثر ہوتا ہے جو صاحب تصویر کا ہوتا ہے، تو لوگ تصویروں کی بھی تعظیم کرنے لگتے ہیں، اور پھر جہلاء رفتہ رفتہ شرک میں مبتلا ہوجاتے جیسا کہ پہلے زمانہ میں اسی سے شرک کی بنیاد قائم ہوئی۔

آج اخباروں کا حال یہ ہے کہ اگر شام کوکسی ملک میں زنا ہوا توصبح کوزانی اورزانیہ کواسی حالت میں پوری دنیا کودکھادے گا، جب کہ سمجھنا چاہئے کہ ہر انسان بدنامی سے ڈرتا ہے، خواہ وہ کتنا ہی بڑا گنہگار اور بدکار کیوں نہ ہو ہر آدمی اپنے سینہ میں دل رکھتا ہے، کیا کوئی مذہب اور دھرم اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ کسی اغواشدہ، کسی مظلوم عورت کی برہنہ تصویر اخبار میں چھاپی جائے اوراس کی شہرت کرائی جائے ہرگزنہیں، دنیا کا کوئی دھرم اس کی اجازت نہیں دے سکتا۔

خبراوراخبار کا مطلب تو یہ تھا کہ کسی ظالم کے ظلم کو اتنا اچھالا جائے کہ وہ اپنے ظلم سے باز آجائے اورآئندہ کے لیے ظلم سے توبہ کرلے، نیز اخبار کے ذریعہ سے قوم کوایسا پیغام دیا جائے کہ جس سے دین ودنیا دونوں کی فلاح وبہبود کے راستے کھلتے ہوں اورقوم کو اخبارورسائل اورجرائد کے ذریعہ ایسا پیغام دیا جائے، جس سے قوم کے دل خوش ہوتے ہوں اور ہمدردی، مروت، شجاعت، صداقت، شہادت، غیرت، حمیت کا جذبہ پیدا ہوتا ہو، مگرآج معاملہ اس کے برعکس ہے، آج اخبار نام ہے بے حیائی پھیلانے کا، آج اخبار نام ہے افواہ کا، ہتک عزت اورعریاں تصاویر شائع کرنے کا، آج اخبار نام ہے لہوولعب کا، خرافات ومفسدات مضامین کے نشر کرنے کا، آج اخبار نام ہے دھوکہ دہی، لوٹ مار کے واردات کرنے کے طریقے سکھلانے کا اورقتل وغارت گری کے بازار کے راستے بتانے کا، آج اخبار نام ہے معصوم اور پاکدامن وپاکباز لوگوں کی عزت سے کھلواڑ کرنے کا اورانسانیت کے کچلنے کا، آج اخبار نام ہے سچ کوجھوٹ اورجھوٹ کو سچ کہنے کا، جب کہ غیرت وحمیت کا تقاضہ تو یہ تھا کہ اگر کسی کا عیب ظاہر ہوجائے، کسی کی عزت اچانک لوٹ لی جائے یاکسی سے ایسا گناہ سرزد ہوجائے کہ جس کا تعلق حقوق اللہ سے ہے، اوروہ اس فعل پر نادم بھی ہے، تواس کے عیبوں کو چھپایا جائے۔

مسلمان کی بہن، بیٹیوں اور بہوؤں کی تصویر کا اخبار میں چھپنا غیرت اوراسلامی قانون کے خلاف ہے، اس میں دوگناہ ہیں: ایک تصویر چھپوانے کا، دوسرے یہ کہ غیرمسلم اورغیرمحرم کومسلمان بہو، بیٹیوں کی تصاویر کی طرف بدنظری سے دیکھنے کا موقع ملے گا۔

اگر کوئی عورت اپنا مضمون اشتہار، اخبارورسائل میں دینا چاہے توبصورت امن جائز ہے مگر تصویر دینا قطعاً ناجائز وحرام ہے۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ ''بعض لوگ تصویر کے مقدمہ میں معارضہ کرتے ہیں کہ ہم پوری تصویر نہیں بناتے اور نہ ہی رکھتے ہیں بلکہ صرف گردن تک ہوتی ہے اور جب تصویر میں ایسا عضو کم ہوجائے جس کے بغیر حیات ممکن نہیں تو ایسی تصویر جائز ہوتی ہے، ان حضرات نے بھی ناحق دخل درمعقولات دیا، اصل یہ ہے کہ عضو کے کم ہوجانے سے حرمت اس لیے نہیں رہتی کہ ﴿بقیہ صفحہ ۳۶ پر﴾

فضائل

شب قدر کیا ہے؟

مولانا محمد عمر قاسمی مجاہد پوری

"اِنَّا اَنْزَلْنٰہُ فی لیلۃ القدر إلیٰ آخر السورۃ "(سورۃ القدر ۱)

بے شک ہم نے قرآن پاک کو شب قدر میں اتارا ہے، آپ کو معلوم ہے کہ شب قدر کیسی چیز ہے، شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے، اس رات میں فرشتے اور روح القدس اپنے پروردگار کے حکم سے ہر امر خیر کو لے کر اترتے ہیں (وہ شب) سراپا سلام ہے، وہ شب قدر طلوع فجر تک رہتی ہے۔ (ترجمہ حضرت تھانویؒ)

لیلۃ القدر امت محمدیہ ہی کو عطا ہوئی ہے :

حضرت انس رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا بلاشبہ اللہ تعالی نے لیلۃ القدر میرے امت ہی کو عطا کی ہے ان سے پہلے کسی امت کو یہ نہیں ملی۔ (الدر المنثور فی التفسیر بالماثور جلد ۶ رصفحہ ۳۷۱)

اس امت کو لیلۃ القدر ملنے کا سبب :

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ انھوں نے ایک ثقہ ومعتبر عالم سے یہ بات سنی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اگلے لوگوں کی عمریں بتلائی گئیں جتنا اللہ کو منظور تھا، تو آپ نے اپنی امت کے لوگوں کی عمروں کو کم سمجھا اور یہ خیال کیا کہ میری امت کے لوگ (اتنی سی عمر میں) ان کے برابر عمل نہ کرسکیں گے، تو اللہ نے آپ کو لیلۃ القدر عطا فرمائی جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ (مؤطا امام مالک)

حضرت علی وعروہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسرائیل کے چار حضرات، حضرت ایوب، حضرت زکریا، حضرت حزقیل، حضرت یوشع بن نون علیہم السلام کا ذکر فرمایا کہ ان حضرات نے اسیّ اسیّ برس اللہ تعالی کی عبادت کی اور پلک جھپکنے کے برابر بھی اس کی نافرمانی نہیں کی، اس پر صحابہ کرام کو تعجب ہوا فوراً ہی حضرت جبرئیل علیہ السلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اورعرض کیا کہ آپ کی امت کو ان حضرات کے اسی اسی برس عبادت کرنے پر تعجب ہوا ہے، اللہ تعالی نے اس سے بہتر چیز بھیجی ہے، چنانچہ جبرئیل علیہ السلام نے سورۃ القدر پڑھ کر سنائی اورعرض کیا کہ یہ اس سے بہتر ہے، جس پر آپ اور آپ کی امت کو تعجب ہورہا ہے، یہ سن کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام خوش ہوگئے۔ (الدر المنثور جلد ۶ رصفحہ ۳۷۱)

لیلۃ القدر سید اللیالی ہے :

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ انسانوں کے سردار آدم علیہ السلام ہیں، عربوں کے سردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، اہل فارس کے سردار حضرت سلمان فارسیؓ ہیں، رومیوں کے سردار حضرت صہیب رومیؓ ہیں، حبشیوں کے سردار حضرت بلال حبشی ہیں، تمام شہروں کا سردار مکہ مکرمہ ہے، تمام وادیوں کی سردار وادی بیت المقدس ہے، تمام دنوں کا سردار جمعہ ہے، تمام راتوں کی سردار لیلۃ القدر ہے، تمام کتابوں کی سردار قرآن پاک ہے، قرآن پاک کی تمام سورتوں کی سردار سورہ بقرہ ہے، سورہ بقرہ کی تمام آیتوں کی سردار آیت الکرسی ہے، تمام پتھروں کا سردار حجر اسود ہے، تمام کنوؤں کا سردار زمزم کا کنواں ہے، تمام لاٹھیوں کی سردار حضرت موسی علیہ السلام کی لاٹھی ہے، تمام مچھلیوں کی سردار وہ مچھلی ہے جس کے پیٹ میں حضرت یونس علیہ السلام رہے، تمام اونٹنیوں کی سردار حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی ہے اور تمام سواریوں کی سردار براق ہے، تمام انگشتریوں کی سردار حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگشتری ہے، تمام مہینوں کا سردار رمضان المبارک ہے، حضرت پیران پیر کے

اس ارشاد سے معلوم ہوا کہ لیلۃ القدر سید اللیالی ہے، یعنی تمام راتوں کی سردار ہے اور کیوں نہ ہو جب کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں اس کا تذکرہ فرمایا ہے، جو تمام کلاموں کا سردار ہے۔

اس رات کو لیلۃ القدر کہنے کی وجہ :

حضرت ابوبکر وراقؒ فرماتے ہیں کہ اس شب کا نام لیلۃ القدر اس لیے رکھا گیا کہ ایک تو اس میں مرتبہ وشان والی کتاب نازل ہوئی، دوسری ذی مرتبہ فرشتے (جبرئیل علیہ السلام) کے ذریعہ نازل ہوئی ہے، تیسرے ذی مرتبہ امت پر نازل ہوئی ہے، شاید اسی لیے اللہ تعالیٰ نے لفظ قدر سورۃ القدر میں تین مرتبہ استعمال فرمایا ہے۔

لیلۃ القدر میں قرآن پاک کا نزول :

اس رات میں نزول قرآن سے جو اسے اہمیت حاصل ہوتی ہے وہ محتاج بیان نہیں ہے، اگر اس کی اور کچھ خصوصیات نہ بھی ہوتیں تو اس کی فضیلت کے لیے یہی ایک خصوصیت کافی تھی۔

ایک شبہ کا دفعیہ :

حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں باقی رہا یہاں پر ایک شبہ اور وہ یہ ہے کہ نزول قرآن تئیس برس تک ہے اور شروع اس کا ربیع الاول کے مہینہ میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر شریف کے چالیسویں برس کا شروع تھا اور قرآن مجید میں قرآن کے نازل ہونے کا اشارہ تین معین وقتوں کی طرف فرمایا ہے، ایک رمضان شریف، دوسرے شب قدر اور تیسرے شب مبارک کہ اکثر علماء کے نزدیک شب برأت ہے یعنی پندرہویں رات شعبان کی، پھر مطابقت اور موافقت اس امر واقعی میں اور ان مخالف تعبیروں میں کیونکر درست آئے گی، سو اس کا جواب روایتوں میں تأمل کرنے کے بعد جو معلوم ہوا ہے، سو یہ ہے کہ نزول قرآنی کا لوح محفوظ سے بیت العزت میں (کہ وہ ایک جگہ ہے آسمان دنیا پر گھری ہوئی ہے ملائکہ ذی قدر سے) شب قدر میں ہے جو رمضان کے مہینہ میں واقع اور اندازہ اس کے نزول کا اور حکم فرمانا لوح محفوظ کے نگہبانوں کو کہ اس کا نسخہ نقل کر کے آسمان دنیا پر پہنچا دیں اسی سال کی شب برأت میں تھا اب اس صورت میں تینوں تعبیریں درست ہوئیں یعنی نزول حقیقی شب قدر کو رمضان کے مہینہ میں واقع ہوا اور نزول تقدیری اس سے پہلے شب برأت اور نزول قرآنی کا پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر سو ربیع الاول کے مہینہ میں چالیسویں برس کے شروع میں ہے اور تمام ہونا اس کے نزول کا آخر عمر میں، پس تعارض نہ رہا۔ (تفسیر عزیزی)

نزول قرآنی رات میں کیوں ہوا :

اگر تم یہ سوال کرو کہ قرآن مجید کو رات میں نازل کرنے میں کیا حکمت ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر دیکھا جائے تو اکثر کرامات وعطیات یا خیرات وبرکات کا نزول اور آسمانوں کی طرف اسراء یہ رات ہی میں ہوا ہے، رات جنت کا سماں ہے کہ یہ محل راحت وآرام ہے، اور دن دوزخ کا نقشہ پیش کرتا ہے کہ اس میں آدمی حصول معاش کے لیے نکلتا اور تعب ومشقت اٹھاتا ہے، دن میں لباس پہنا جاتا ہے اور محبوب سے فراق ہوتا ہے اور رات میں آدمی بستر پر آرام اور محبوب کا وصال حاصل کرتا ہے، رات کی عبادت دن کی عبادت سے افضل ہے کیونکہ رات میں انسان کو جمعیت قلبی حاصل ہوتی ہے اور مقصود عبادت بھی یہی ہے کہ قلب حاضر ہو (تفسیر روح البیان)

لیلۃ القدر میں فرشتوں کا نزول :

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب شب قدر ہوتی ہے تو جبرئیل علیہ السلام فرشتوں کے جھرمٹ میں نازل ہوتے ہیں اور ہر اس بندے کے لیے دعائے رحمت کرتے ہیں جو کھڑا یا بیٹھا اللہ کے ذکر وعبادت میں مشغول ہوتا ہے، اور جب عیدالفطر کا دن ہوتا ہے تو حق تعالیٰ جل شانہ اپنے فرشتوں کے سامنے بندوں کی عبادت پر فخر فرماتے ہیں، اس لیے کہ انھوں نے آدمیوں پر طعن کیا تھا، اور ان سے دریافت فرماتے ہیں کہ اے فرشتو! اس مزدور کا جو اپنی خدمت پوری پوری ادا کر دے کیا بدلہ ہے؟ وہ عرض کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب اس کا بدلہ یہی ہے

کہ اس کی اجرت پوری دیدی جائے، تو ارشاد ہوتا ہے کہ فرشتو! میرے غلاموں نے اور باندیوں نے میرے فریضہ کو پورا کر دیا پھر دعا کے ساتھ چلاتے ہوئے عیدگاہ کی طرف نکلے ہیں، میری عزت کی قسم، میرے جلال کی قسم، میری بخشش کی قسم، میرے علوشان کی قسم، میرے بلندی مرتبہ کی قسم میں ان لوگوں کی دعا ضرور قبول کروں گا، پھر ان لوگوں کو خطاب فرما کر ارشاد ہوتا ہے کہ جاؤ تمہارے گناہ معاف کردئے ہیں اور تمہاری برائیوں کو نیکیوں سے بدل دیا ہے، پس یہ لوگ عیدگاہ سے ایسے حال میں لوٹتے ہیں کہ ان کے گناہ معاف ہو چکے ہوتے ہیں۔ (مشکوۃ شریف)

لیلۃ القدر میں فرشتے زمین پر کیوں اترتے ھیں؟:

امام رازیؒ نے شب قدر میں فرشتوں کے زمین پر اترنے کی متعدد وجوہ تحریر فرمائی ہیں: پہلی وجہ فرشتوں کے اس شب میں زمین پر اترنے کی یہ ہے کہ وہ انسانوں کی عبادت اور اطاعت خداوندی میں خوب جدو جہد ملاحظہ کریں؛ کیونکہ جب اللہ تعالی نے فرمایا تھا کہ میں زمین پر اپنا خلیفہ بنانے والا ہوں تو فرشتوں نے اس پر کہا تھا کہ آپ ایسی مخلوق پیدا فرمائیں گے جو زمین میں فساد پھیلائے گی اور خون ریزی کرے گی شب قدر میں اللہ انہیں بھیجتے ہیں کہ جاؤ دیکھو جس کے بارے میں تم نے کہا تھا، وہ کیا کر رہے ہیں۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ سورۃ القدر میں ہے کہ فرشتے اپنے رب کی اجازت سے اترتے ہیں۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالی نے اہل ایمان سے وعدہ فرمایا ہے کہ جنت میں ان کے پاس فرشتے ہر دروازے سے آئیں گے اور انہیں سلام کریں گے اس کا نقشہ اللہ تعالی دنیا میں بھی دکھانا چاہتے ہیں گویا فرماتے ہیں کہ اگر تم میری عبادت میں مشغول رہے تو تم پر فرشتے نازل ہو کر تمہارے پاس سلام کرنے اور زیارت کرنے کی غرض سے آئیں گے۔

چوتھی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالی نے شب قدر کی فضیلت کو زمین میں اپنی طاعت و بندگی کے اندر مشغول رہنے میں رکھا ہے، چنانچہ فرشتے اس رات میں زمین پر اس لیے اترتے ہیں کہ انکی طاعت و بندگی کا ثواب بڑھ جائے۔

پانچویں وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالی نے ملائکہ مقربین کو نازل فرمایا تاکہ عبادت گذار انسان ان کی موجودگی کا احساس کر کے اور زیادہ اچھے طریقہ سے عبادت کرے۔

لیلۃ القدر کے ہزار مہینوں سے بہتر ہونے کا مطلب:

مفسرین فرماتے ہیں کہ لیلۃ القدر کے ہزار مہینوں سے بہتر ہونے سے مراد یہ ہے کہ اس رات میں کی جانے والی عبادت ان ہزار راتوں میں کی جانے والی عبادت سے بہتر ہے جن میں لیلۃ القدر نہ ہو۔

فرشتوں کا سلام:

"سلام ھی حتی مطلع الفجر" یعنی فرشتے ابتداء رات سے لے کر صبح صادق تک فوج درفوج آسمان سے زمین پر اترتے رہتے ہیں اور شب بیداروں اور عبادت گذراوں کو سلام کرتے ہیں، فرشتوں کے اس سلام کو معمولی نہیں سمجھنا چاہئے بلکہ اس میں امت محمدیہ کی بڑی فضیلت کا اظہار ہوتا ہے کیونکہ پہلے فرشتے صرف انبیاء علیہم السلام پر اترتے تھے، وحی لے کر اور اب امت محمدیہ پر اترتے ہیں سلام و دعا کرنے کے لیے۔

لیلۃ القدر میں عبادت کرنے سے گناھوں کی معافی:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا جو شخص لیلۃ القدر میں ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے عبادت کے لیے کھڑا ہوتا ہے اس کے پچھلے سارے گناہ معاف کردئے جاتے ہیں۔ (بخاری شریف)

کھڑا ہونے کا مطلب یہ ہے کہ نماز پڑھے اور اسی کے حکم میں یہ بھی ہے کہ کسی اور عبادت، تلاوت اور ذکر وغیرہ میں مشغول ہو اور ثواب کی امید رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ ریا وغیرہ کسی بدنیتی سے کھڑا نہ ہو بلکہ اخلاص کے ساتھ محض اللہ کی رضا اور ثواب کے حصول کی نیت سے کھڑا ہو۔

تنبیہ: حدیث بالا اور اس جیسی احادیث میں گناہوں سے مراد گناہ

صغیرہ ہیں؛ کیونکہ گناہ کبیرہ بغیر توبہ کے معاف نہیں ہوتے۔

لیلۃ القدر میں شب بیداری :

شب قدر میں شب بیداری کے لیے کوئی خاص طریقہ اور کوئی خاص عبادت مقرر نہیں ہے، اپنے طبعی نشاط کے ساتھ جس طرح بھی خدا کو یاد کرسکیں کرلیں، مناسب یہ کہ جتنی دیر جاگنا چاہے اس کے تین حصے کرلے ایک حصہ میں نوافل پڑھے اور ایک حصہ میں تلاوت کلام اللہ کے اندر مشغول رہے اور تیسرا حصہ استغفار، درودشریف دعا وغیرہ ذکراللہ میں گذاردے۔

لیلۃ القدر کی خاص دعا :

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مجھے بتایئے اگر مجھے معلوم ہوجائے کہ کونسی رات شب قدر ہے تو میں اس رات میں اللہ تعالی سے کیا عرض کروں اور کیا دعا مانگو؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ عرض کرو "اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُوْعَنِّی" اے میرے اللہ تو بہت معاف کرنے والا ہے اور بڑا کرم فرما ہے، اور معاف کردینا تجھے پسند ہے، پس تو میری خطائیں معاف فرمادے۔(ترمذی شریف)

لیلۃ القدر کن راتوں میں ہوتی ہے :

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شب قدر کو تلاش کرو رمضان کی آخری دس راتوں میں سے طاق راتوں یعنی ۲۱/۲۳/۲۵/۲۷/۲۹ر میں۔(بخاری شریف)

شب قدر سے محرومی بڑی محرومی ہے :

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے تمہارے اوپر ایک مہینہ آیا ہے جس میں ایک رات ہے جو ہزار مہینوں سے افضل ہے، جو شخص اس رات سے محروم رہے گا گویا وہ ساری ہی خیر سے محروم رہ گیا، اور اس کی بھلائی سے محروم نہیں رہتا، مگر وہ شخص جو حقیقتاً محروم ہی ہے (ابن ماجہ) اس لیے ضرور اس کی تلاش میں رہنا چاہئے اور کوشش کرنی چاہئے کہ ان راتوں میں مغرب، عشاء، فجر کی نماز ضرور جماعت کے ساتھ پڑھی جائے بعض احادیث سے مفہوم واضح ہوتا ہے کہ جو شخص ان راتوں میں مغرب عشاء اور فجر جماعت کے ساتھ پڑھے اسے شب قدر سے کسی قدر حصہ مل جاتا ہے، چنانچہ حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ سیدالانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے سارے رمضان مغرب اور عشاء جماعت کیساتھ پڑھی اس نے شب قدر کا معتدبہ حصہ پالیا۔(شعب الایمان)

شب قدر میں تمام رات جاگنا ضروری نہیں :

حضرت تھانویؒ ارشاد فرماتے ہیں کہ ایک بات قابل امر یہ ہے کہ شب قدر میں تمام رات جاگنا لازم نہیں بعض لوگ یوں سمجھتے ہیں کہ شب قدر میں تمام رات جاگنا ضروری ہے جبھی اس کی فضیلت حاصل ہوتی ہے، اور کہتے ہیں کہ شب قدر ایک خاص وقت کا نام ہے، جس میں تجلی ہوتی ہے، یہ صحیح نہیں بلکہ تمام رات کا ہر حصہ شب قدر ہے، چنانچہ قرآن میں "هی حتی مطلع الفجر" اور جو حدیث میں آتا ہے "من حرمها فقد حرم الخیر کله" وہ بھی ہماری ہی دلیل ہے کیونکہ محروم ہونا یہ ہے کہ کچھ نہ ملے اور اگر کچھ مل جائے تو وہ محروم نہیں جیسے سائل کو ایک روپیہ یا ایک پیسہ ہی مل جائے تو اس کو محروم نہیں کہہ سکتے، پس اگر کوئی شخص تمام رات نہ جاگے بلکہ سحری ہی میں اٹھ کر صبح سے پہلے دو رکعت نماز پڑھ لے اس نے بھی شب قدر کی فضیلت حاصل کرلی محروم نہیں ہوا۔

لیلۃ القدر کی علامات :

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ ایک نرم چمکدار رات ہے، نہ گرم، نہ سرد اس کی صبح سورج کمزور اور سرخ طلوع ہوتا ہے۔(شعب الامان للبیہقی)

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ روایت بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اس رات کی علامتوں میں سے یہ ہے کہ وہ چمکدار کھلی ہوئی ہوتی ہے، صاف وشفاف معتدل ہوتی ہے، نہ گرم نہ سرد، گویا اس میں چاند کھلا ہوا ہے، اور اس کے بعد صبح کو سورج بغیر شعاع کے طلوع ہوتا ہے، بالکل ہموار ٹکیہ کی طرح۔(مسند احمد)

لیلۃ القدر کے مخفی رکھنے کی حکمت :

لیلۃ القدر کے مخفی رکھنے میں بہت سی حکمتیں ہیں جن کا جاننا ہمارے لئے ضروری نہیں، علماء کرام نے چند مصلحتیں ذکر فرمائی ہیں:

۱- اگر یہ تعیین باقی رہتی تو بہت سی کوتاہ طبیعتیں ایسی ہوتیں کہ راتوں کا اہتمام بالکل ترک کر دیتیں اور عدم تعیین کی صورت میں اس احتمال پر کہ شاید آج ہی شب قدر ہو، متعدد راتوں میں عبادت کی توفیق طلب والوں کو نصیب ہو جاتی ہے۔

۲- بہت سے لوگ ہیں کہ معاصی کئے بغیر ان سے رہا نہیں جاتا شب قدر کو تعیین کر دینے کی صورت میں اگر باوجود معلوم ہونے کے اس رات میں معصیت کی جرأت کی جاتی تو یہ بہت خطرناک ہوتا۔

۳- شب قدر متعین کر دینے کی صورت میں اگر کسی شخص سے وہ رات اتفاقاً چھوٹ جاتی تو آئندہ راتوں میں افسردگی کی وجہ سے پھر کسی رات میں جاگنا نصیب نہ ہوتا، اور اب رمضان کی ایک دو رات تو کم از کم ہر شخص کو میسر ہو ہی جاتی ہے۔

۴- شب قدر متعین نہ ہونے کی صورت میں جتنی راتیں اس کی طلب وجستجو میں خرچ ہوتی ہیں ان سب کا مستقل ثواب ملتا ہے۔

۵- رمضان المبارک کی عبادت میں حق تعالیٰ شانہ ملائکہ پر تفاخر فرماتے ہیں شب قدر متعین نہ کرنے کی صورت میں تفاخر کا زیادہ موقع ہے، بندے باوجود معلوم نہ ہونے کے محض احتمال اور خیال پر رات رات بھر جاگتے ہیں اور عبادت میں مشغول رہتے ہیں جب احتمال پر اتنی کوشش کر رہے ہیں اگر بتلا دیا جاتا کہ یہی شب قدر ہے تو پھر ان کی کوششوں کا کیا حال ہوتا۔

اللہ تعالیٰ نے شب قدر کو دیگر بہت سی چیزوں کی طرح مخفی رکھا ہے :

۱- اپنی رضامندی کو طاعت وعبادت میں مخفی رکھا ہے تاکہ بندے تمام طاعات میں لگیں۔

۲- اپنے غصہ کو معاصی اور گناہوں میں مخفی رکھا ہے، تاکہ بندے ہر قسم کے گناہ سے بچیں۔

۳- اپنے اولیاء کو لوگوں کے درمیان مخفی کر دیا، تاکہ بندے سب ہی کی تعظیم کریں۔

۴- قبولیت دعا کو مخفی رکھا، تاکہ بندے مبالغہ کے ساتھ ہر قسم کی دعائیں کریں۔

۵- اسم اعظم کو مخفی رکھا، تاکہ بندے اللہ کے ہر نام کی تعظیم کریں۔

۶- قبولیت توبہ کو مخفی رکھا، تاکہ بندے جس طرح بن پڑے توبہ کرتے رہیں۔

۷- موت کے وقت کو مخفی رکھا، تاکہ بندے ہر وقت ڈرتے رہیں۔

۸- ایسے ہی اللہ تعالیٰ نے شب قدر کو مخفی رکھا تاکہ بندے رمضان کی تمام راتوں کی تعظیم کریں۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ لیلۃ القدر اپنی گوناگوں خصوصیات کی بنا پر ایک انتہائی بابرکت رات ہے، اس رات کو غنیمت جانتے ہوئے جس طرح بھی ہو سکے مولائے کریم کو منانے کی فکر کرنی چاہئے، اپنے گناہوں کی معافی مانگنی چاہئے اور ایسا طرز ہرگز اختیار نہیں کرنا چاہئے جس سے اسکی بے وقعتی اور لاپرواہی جھلکتی ہو، اس سے محرومی بہت بڑی بدنصیبی ہے۔

شب قدر میں کی جانے والی منکرات :

۱- اس شب میں مسجدوں میں چراغاں کیا جاتا ہے، یہ اسراف میں داخل ہونے کی وجہ سے ناجائز ہے۔

۲- بہت سے حضرات اس شب میں صلوۃ التسبیح جماعت کے ساتھ پڑھتے ہیں یہ صحیح نہیں کیونکہ نفلوں کی جماعت کو فقہاء نے مکروہ قرار دیا ہے، اگر کسی کو صلوۃ التسبیح پڑھنی ہو تو ضرور پڑھے لیکن تنہا۔

۳- آج کل بہت سی مسجدوں میں یہ اعلان کیا جاتا ہے کہ ستائیسویں شب کو اجتماعی دعا ہوگی سب آدمی اس میں شریک ہوں، چنانچہ اس شب میں بڑے اہتمام سے دعا کی جاتی ہے، اور دور دور سے لوگ اس میں شرکت کے لیے آتے ہیں اسلاف اور اکابر سے اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ بجائے دعا قبول ہونے کے بدعت کا گناہ ہو، لہٰذا اس طریقہ سے بچنا ہی بہتر ہے، اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو شب قدر میں عبادت کی توفیق فرمائے۔ آمین

تبصرے

نئی کتابوں پر تبصرہ

محمد مسعود عزیزی ندوی

نام کتاب: تذکرہ حافظ عبدالستار صاحب نانکوی

مرتب: مولانا محمد عابد ندوی

صفحات: ۱۶۱

قیمت درج نہیں

ناشر: شعبہ نشر واشاعت جامعہ ستاریہ فیض الرحیم نانکہ گندیوڑہ، سہارنپور

زیر تبصرہ کتاب ولی کامل، عارف باللہ، مقبول عنداللہ حضرت الحاج شاہ حافظ عبدالستار صاحب نانکویؒ خلیفہ مجاز حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوریؒ کا تذکرہ اوران کی سوانح حیات ہے، حضرت حافظ صاحب کی شخصیت ایسی تھی جس نے بہت سے مردہ دلوں کی مسیحائی کی، کتنے خوابیدہ قلوب کو بیدار کیا، کتنے لوگوں کواللہ کے نام کی لذت سے آشنا بنایا، اور محبت وعقیدت اورعشق وسوزش کی چنگاری روشن کی، حضرت حافظ صاحب سے لوگوں کی عقیدت اور روحانی تعلق بہت بڑھا ہوا تھا، روزانہ آپ کی قیام گاہ پرلوگ مردوعورتیں پروانہ وار جمع ہوتے تھے، اوراپنی ضروریات، دعاؤں کی درخواست، مشکلات، امراض کے لیے دعا کراتے تھے، غرضیکہ حضرت حافظ صاحب مرجع خاص وعام بنے ہوئے تھے، حضرت حافظ صاحب کی وفات حج کے سفر پر حجاز مقدس مکہ مکرمہ میں ہوئی اور جنت المعلی میں تدفین ہوئی، حضرت حافظ صاحب کی شخصیت اوران کے کاموں سے خاص ہی لوگ واقف تھے، یاان کے مرید ومتعلقین، یہ امر ضروری تھا کہ حضرت حافظ صاحب کے حالات زندگی تفصیل کے ساتھ عوام کے سامنے آئیں، تاکہ لوگ ان سے فائدہ حاصل کریں، اوراپنی زندگی میں عمل کا جذبہ پیدا کریں، اس لیے محترم مولانا محمد عابد صاحب ندوی استاذ وناظم تعلیمات جامعہ ستاریہ فیض الرحیم نانکہ نے حضرت کے حالات پر یہ تذکرہ مرتب کیا، اس طرح ان کے حالات اوران کے کارنامے بقید تحریر ہوگئے اورتاریخ کا ایک حصہ بن گئے، جو حضرت کے حالات سے واقفیت حاصل کرنا چاہیں وہ اس تذکرہ سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

اس کتاب کے مندرجات اجمالی طور پر اس طرح ہیں:

عہد طفولیت وحصول علم، اجازت وبیعت وتلقین، اللہ کے گھر سے اللہ کی طرف، معمولات، دعوتی اسفار، دعاء، مکاشفات وکرامات، علماء وطلبہ کی قدردانی، رائے پور میں حاضری، مدارس ومساجد کا قیام، عاشقانہ وعارفانہ کلام اس طرح یہ کل گیارہ ابواب ہیں، جن میں حضرت حافظ صاحب کا ایک حدتک سراپا آ گیا ہے، کتاب پر حضرات اکابرین علماء کرام کی تصدیقات وتقریظات بھی ثبت ہیں، جس سے کتاب کی افادیت واہمیت بڑھ جاتی ہے، امید ہیکہ اہل ذوق اس کتاب کو حاصل کرکے اس سے فائدہ اٹھائیں گے اوراکابرین کے طرز کے مطابق زندگی گزارنے کی کوشش کریں گے۔

نام کتاب: دربے نظیر شرح اردو نحومیر

مؤلف: مولانا محمد یونس قاسمی

صفحات: ۳۳۶

قیمت درج نہیں

ناشر: مکتبہ البلاغ دیوبند، سہارنپور

نحومیر درس نظامی میں علم نحو پڑھانے کے لیے اہم اور بابرکت کتاب سمجھی جاتی ہے، اوراس کے پڑھنے سے خاطرخواہ فائدہ بھی ہوتاہے، یہ کتاب چونکہ فارسی زبان میں ہے اورآج کل سہل پسندی کا دور ہے، طلبہ توطلبہ اساتذہ تک کو کتاب حل کرنے کے لیے اردو شروحات کا سہارا لینا پڑتاہے کیونکہ صلاحیت کا معیار کافی انحطاط پذیر ہے، اس لیے ایسے زمانہ میں جب کہ ذہن ودماغ جذبہ وشوق اور صلاحیت کے لیے بہت سے امتحانات پیدا ہوگئے ہیں، اس کتاب کے اردو ترجمہ وشرح کی ضرورت تھی، اگرچہ اس سے پہلے بھی اس کتاب کے متعدد اردو ترجمے وشروحات منظر عام پرآچکی ہیں، مگر زیر تبصرہ ترجمہ وشرح فاضل نوجوان مولانا محمد یونس صاحب قاسمی استاذ فقہ وتفسیر جامعہ ستاریہ فیض الرحیم نانکہ گندیوڑہ کے نوجوان قلم سے ہے، ماشاء اللہ مولانا نے ترجمہ نگاری کا حق ادا کردیا ہے، اورمشکل

مسائل کی تشریح اپنے دل نشیں انداز اور آسان پیرایہ بیان اور اچھوتے اسلوب میں کی ہے، جس سے اس سے استفادہ بہت آسان ہوگیا ہے اوراس بات سے تو کسی بھی اہل دانش کوانکار ہو ہی نہیں سکتا کہ ہرفن کی ابتدائی کتاب پڑھنے والے کی مادری زبان میں ہونی چاہیئے، تاکہ اس کی طبیعت پر بیک وقت دوبار زبان کوحل کرنے اور نفس مسئلہ کو سمجھنے میں نہ پڑے۔

اس اعتبار سے مولانا کا یہ عمل قابل مبارک باد اور لائق تحسین اور طلبہ واساتذہ کے لیے ایک بہترین شاہکار ہے، یہ شرح مؤقر علماء کرام کی تصدیقات وتقریظات سے بھی مزین ہے، جس سے کتاب کی اہمیت دوبالا ہوجاتی ہے، اللہ تعالی شارح کی محنت کوقبول فرمائے۔

نام کتاب: اللہ رب العالمین خدایا گوڈ (God)

مؤلف: رشیداللہ یعقوب

صفحات: ۱۹۸

قیمت: درج نہیں

ناشر: رحمۃ للعالمین ریسرچ سینٹر کراچی (پاکستان)

زیرتبصرہ کتاب ایک ایسے دل دردمند حامل شخصیت کے گہربار قلم سے ہے، جس کی اس سے پہلے کئی کتابیں منظر عام پرآ کر قبولیت حاصل کرچکی ہیں، مصنف نے اس کتاب میں یہ بتانے کی کوشش کی ہے کہ لفظ اللہ جو اللہ تعالی کا ذاتی نام ہے، اس کو دوسری زبان میں کہنا مثلاً خدا کہنا یا گوڈ God کہنا کیسا ہے اس کے سلسلہ میں وہ اپنا نقطہ نظر اس انداز سے پیش کرتے ہیں کہ ''اے اہل سنت غور فرمایئے، جب ہم اللہ وحدہ لاشریک کو ان اسماء سے پکارتے ہیں جو اللہ تعالی کے کلام قرآن کریم میں مذکور ہیں، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مبارکہ سے ہمیں ملتے ہیں تو ہم اللہ رب العزت عظیم وبرتر کی اطاعت کرتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کرتے ہیں، لیکن جب ہم اپنے وحدہ لاشریک معبود کو خدا، خداوند، گوڈ God کہتے ہیں توکس کی اطاعت کرتے ہیں؟ اورکس کی سنت پر عمل کرتے ہیں؟''

اس کتاب میں مصنف نے ۱۷/سترہ باب قائم کئے ہیں جو اس طرح ہیں: (۱) ابتدائے مذہب وتصور معبود/ اسلامی نظریہ (۲) یہودی وعیسائی نظریہ (۳) زرتشتی/ مجوسی مذہب کا نظریہ (۴) اللہ تعالی (۵) God/گوڈ اور Origin of word God (۶) تثلیث Trinity (۷) خدا (۸) اللہ تعالی، گوڈ اور خدا (۹) اللہ تعالی کا ذاتی نام، چند حقائق (۱۰) خدا: پہلوی سے فارسی اور پھر اردو میں کس طرح آیا (۱۱) محدثین اور خدا (۱۲) خدا: اردو میں قرآنی تراجم اور دینی کتب (۱۳) انگریزی میں اللہ تعالی کے لیے لفظ God کا استعمال کب اور کس نے سب سے پہلے کیا؟ (۱۴) غور فرمایئے! (۱۵) الیگزینڈر روس کا سورۃ اخلاص کا ترجمہ اوراس کا عکس (۱۶) فیصلہ آپ کوکرنا ہے (۱۷) گوشوارہ اسم اللہ عزوجل والرب جل جلالہ در قرآن۔

اس اجمالی فہرست سے اندازہ ہوسکتا ہے، کہ مصنف محترم کس درددل کے ساتھ یہ واضح کرنا چاہتے ہیں، کہ اللہ تعالی کی ذات کے لیے اللہ ہی کا لفظ استعمال کیا جانا چاہیئے کیونکہ لفظ ''اللہ'' کو سب سمجھتے ہیں، اس کے ترجمہ یا اس کو کسی دوسری زبان میں کہنے کی ضرورت نہیں، جہاں تک تبصرہ نگار کا تعلق ہے اس نے اس کتاب سے استفادہ کرنے کے بعد اپنی تحریروں میں لفظ خدا کا استعمال ترک کردیا ہے، وہ اب صرف لفظ ''اللہ'' استعمال کرتا ہے، مگر ایک بات اور سمجھ میں آتی ہے کہ اہل حق مصنفین نے اکثر اپنی تصنیفات میں لفظ خدا کا استعمال بے شمار جگہ کیا ہے، اور حدیث کے الفاظ اسطرح ہیں کہ ''ید اللہ علی الجماعۃ'' کہ جماعت پر اللہ کا ہاتھ ہے، تو وہ سب گمراہی پر تو متفق نہیں ہوسکتے ہیں، اور اختلاف السنہ یعنی زبانوں کا مختلف ہونا یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہے، تو اس لیے لفظ خدا یا گوڈ کے استعمال میں کوئی قباحت نہیں ہے، قرآن کریم میں اللہ تعالی نے فرمایا کہ اپنے ماں باپ کو ''اف'' تک نہ کہو، بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ اگر کسی جگہ لفظ ''اف'' مدح کے معنی میں ہو اور وہاں ''اف'' سے قبیح والے معنی مراد نہ لیے جاتے ہوں تو اف کہا جاسکتا ہے، اسی طرح جب خدا یا گوڈ اللہ تعالی کے لیے استعمال ہونے لگے، اور ان کے بولتے اور استعمال کرتے وقت اللہ تعالی کا تصور ذہن میں ہوتا ہے غیر اللہ کا نہیں، تو پھر کوئی برائی نہیں، لیکن جو نظریہ مصنف نے پیش کیا ہے، وہ قابل غور ہے، اس پر سنجیدگی سے سوچنا چاہیئے، مصنف اپنے اس عمل پر قابل مبارک باد ہیں، کہ انہوں نے اس سلسلے کی پہلی کڑی پیش کی ہے، اور مسلمانوں میں ایک چیز جو غیروں سے درآئی ہے، اس کا تعاقب کیا ہے، اس سے غور وفکر کے دروازے کھلیں گے، سوچ کا انداز پیدا ہوگا، اللہ تعالی اس کوشش کو قبول فرمائے اور جس مقصد کے لیے یہ کتاب لکھی گئی ہے اس میں بھرپور کامیابی عطا فرمائے اور مقبولیت عطا فرمائے۔

حالات حاضرہ

عالمی خبریں News World

حافظ عبدالستار عزیزی

مسلمان خواتین کو اپنا سر ڈھانپنے کی اجازت

برسلز- بلجیم کے شہر اینٹورپ میں نرسریوں میں کام کرنے والی مسلمان عورتیں اپنے بال بندادانہ سے ڈھک سکیں گی، جس کا مذہبی علامت سے کوئی تعلق نہیں، ان پر ہیڈ اسکارف استعمال کرنے پر پابندی لگادی گئی ہے، ڈپٹی میئر مارک وین پیل نے کہا کہ یہ منظوری چائلڈ کیئر کا کام کرنے والی خاتون کے لیے دی گئی ہے، ہیڈ اسکارف کے استعمال پر پابندی سے یہاں احتجاج کا ماحول پیدا ہوگیا تھا، جہاں ۲۰۰۲ء کے ہنگاموں کے بعد سخت کشیدگی ہے اور انتہائی دائیں بازو کی ولامس بیلنگ مقامی انتخاب میں ایک تہائی ووٹ جیت چکی ہے، شہر کے حکام نے اس سال کے شروع میں فیصلہ کیا تھا کہ عوام سے براہ راست رابطہ کرنے والی ملازمہ مذہبی یا سیاسی علامت والا کوئی کپڑا استعمال نہیں کرسکتی۔

دبئی میں ہندوستانیوں کے لیے ایف ایم چینل

دبئی- جنوبی ایشیا نژاد خاص طور پر ہندوستانی لوگوں کے لیے دبئی میں ایک نیا ایف ایم چینل شروع کیا گیا ہے، جس میں مقامی اور بین الاقوامی خبروں کے علاوہ تازہ ترین اور تفصیلی جانکاری بھی دی جائے گی۔

وفیات

۵؍شعبان مطابق ۱۹؍اگست کو عالم دین حضرت مولانا ظل الرحمٰن صاحب خطیب مسجد سات راستہ بمبئی کا انتقال ہوگیا ہے، مولانا مرحوم بڑی خوبیوں کے مالک تھے، پوری زندگی خدمت دین میں گزاری اور ہمیشہ باطل کے سامنے سینہ سپر رہے، اور ہر موڑ پر بے لوث انداز میں تعلیمی، سماجی اور ملی خدمات انجام دیں، نیز دارالعلوم دیوبند کے دفتر رابطہ بمبئی کے آپ نگراں بھی تھے، وہ ندوۃ العلماء لکھنؤ اور جمعیۃ علماء ہند اور دیگر مدارس اسلامیہ کے بھی خیر خواہ تھے، اللہ تعالی مرحوم کو اپنے اعلی علیین میں جگہ نصیب فرمائے۔ آمین

۱۱؍ستمبر بروز منگل کو مشہور عالم دین اور قرآن کریم کی تفسیر وتشریح کرنے والے حضرت مولانا عبدالکریم صاحب پاریکھ اپنے وطن ناگپور میں انتقال کرگئے، مولانا مرحوم مفکر اسلام حضرت مولانا علی میاں صاحب ندویؒ کے ممتاز ترین خلفاء وعقید تمندوں میں سے تھے، بلکہ حضرت مولانا خوان پر اعتماد کرتے تھے، اور فرماتے تھے کہ اس وقت ہماری نظر میں ان سے زیادہ قرآنی آیات کا استحضار رکھنے والے عالم دین نہیں ہیں، وہ ہر موقع اور ہر گفتگو میں قرآن کریم کی آیات کو استدلال کے طور پر پیش کرتے تھے، غرضیکہ ان کا ہر موضوع قرآنی آیتوں سے ہوتا تھا، چاہے وہ مسلمانوں کے جلسہ جلوس میں گفتگو کررہے ہو یا ہندوؤں کے جلسوں میں، ان کو قرآنی آیات کے پیش کرنے کا خاص ملکہ حاصل تھا، انہوں نے قرآن کریم کا ترجمہ بھی کیا ہے اور متعدد کتابیں بھی انہوں نے اپنے قرآن کریم کی مطالعہ کی روشنی میں لکھی ہیں، وہ ایک بہترین مفسر قرآن، داعی دین، مخلص اور مفکر تھے، اللہ تعالی حضرت مولانا کی بال بال مغفرت فرماکر درجات کو بلند فرمائے، پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

مرکز احیاء الفکر الاسلامی کی تازہ ترین مطبوعات

- الامامۃ فی الصلوۃ مسائلہا واحکامہا (۱۵؍روپئے)
- دوآب دار موتی (۷؍روپئے)
- تذکرہ حکیم الامت حضرت تھانویؒ (۷؍روپئے)
- چند مایہ ناز اسلاف قدیم وجدید (۵۰؍روپئے)
- شرح نایاب اردو زبان کی پانچویں کتاب (۱۰۰؍روپئے)
- مقالات ومشاہدات (۵۰؍روپئے)
- اسلام میں پردہ کی اہمیت (۷؍روپئے)
- جیب کی تجوید (۳؍روپئے)
- مختصر تجوید القرآن (۶؍روپئے)